اولاد کی قرآن و سیرت کی نگاہ میں اقتصادی تربیت

مقدر عباس[1]

خلاصہ:

دنیا کی زندہ قومیں اپنا تشخص اور وجود برقرار رکھنے کے لیے ،ایک ایسے بنیادی ترین ہدف کے حصول میں کوشاں ہیں جو ان کی ترقی وخوشحالی کا ضامن ہو۔جدید دنیا جان چکی ہے کہ جب تک نسلِ نو کی فکری تعلیم وتربیت نہیں ہوتی اس وقت تک ترقی کا پہیہ حرکت میں نہیں آسکتا۔دنیاکے ترقی یافتہ ممالک اپنی نسلوں کے مستقبل کے لیے تعلیم وتربیت پر سرمایہ گذاری کررہے ہیں۔ایسا تعلیمی مواد فراہم کرنا کہ جو آج کے طالب علم اور نونہال کو کل کے معاشرے کے لیے فعال کردار کا حامل بناسکے۔مقالے میں اس طرف توجہ مبذول کروانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ایک مسلمان نسل کو ایسے تعلیمی اور تربیتی نظام سے روشناس کروایا جائے جو ان کی فکری اور عملی زندگی میں مشعلِ راہ ہو۔اسلامی اقتصادی تربیت کا مقصد ذاتی اقتصادی مسائل سے لیکر اجتماعی اور ملکی اقتصادی مسائل کی گرہیں کھولنا ہے۔ہماری بہت ساری مشکلات کا ایک سبب اقتصادی تربیت کا نہ ہونا یا ایسی تربیت کا ہونا جو ناقص ہے۔کوشش کی گئی ہے ایک ایسے اقتصادی تربیتی نظام سے آشنائی ہو جو دنیا وآخرت میں سعادت کی منزل تک پہنچائے۔جب ہم قرآنی صدا "ان الدین عنداللہ الاسلام" سنتے ہیں تو ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔جس نے انسانی زندگی کے بارے میں گود سے گور تک تربیت کا سامان فراہم کیا ہے۔اگر ہم اپنی فکری اور عملی راہنمائی کے لیے اس مکتب سے روشنائی حاصل کرے تو "فی الدنیا حسنہ وفی لاآخرۃ حسنہ "کے مصداق قرار پائیں گے۔

کلیدی کلمات: تربیت اقتصادی،تدبیر منزل،مدیریت، تقسیم، کھپت.

---

[1] دکتری علوم تربیتی، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، پاکستان

تاریخ وصول: ۲۰۲۳-۴-۶ تاریخ تائید: ۲۰۲۴-۱-۱۲

muqaddarrajoa@gmail.com،

مقدمہ

انسانی معاشرے کو مستحکم رکھنے والا سب سے اہم عنصر اقتصاد ہے جسے خدا نے معاشرے کی بنیاد بنایا ہے۔ انفرادی اور معاشرتی زندگی میں دولت کا کردار جانداروں کی زندگی میں پانی کا کردار ہے۔ یعنی جس طرح جانداروں کی زندگی پانی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور تمام جانداروں کی زندگی اسی پر منحصر ہے، اسی طرح انفرادی اور معاشرتی زندگی میں انسانوں کی زندگی کا دارومدار مال و دولت پر ہے اور اس کے بغیر زندگی کا تسلسل ممکن نہیں ہے۔ نیز جس طرح جسم میں خون کا بہاؤ جسم کے تمام اجزائمیں جان ڈالتا ہے، انسانی جسم کو تروتازہ رکھتا ہے۔ اسی طرح اقتصاد معاشرے کے تمام سماجی طبقات کو زندہ رکھتا ہے اور انسانی معاشرہ تازہ رہتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم دولت کو فرد اور معاشرہ کے اعتبار اور ترقی کا عنصر قرار دیتا ہے: اپنے مال کو جسے اللہ نے تمہاری زندگی کی بقا کا ذریعہ بنایا ہے، احمقوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑو۔"[1] انسانی زندگی میں درپیش مسائل باہم مربوط ہیں۔ بعض ہیں۔ بعض لوگ ان مسائل کے درمیان حدود قیود اور سرحدوں کے قائل ہیں۔ ان کے مطابق اقتصاد ایک الگ علم اور فلسفے کا نام ہے جب بھی اسلامی اقتصاد یا اسلامی اقتصادی تربیت کی بات کی جاتی ہے تو فوراً احساس ہو جاتے ہیں۔ ابحاث شروع ہوتی ہیں۔ دین الگ چیز کا نام ہے۔ دین کا اقتصاد سے کیا تعلق ہے؟[2] دین کہاں اقتصاد کے بارے میں رہنمائی کر سکتا ہے۔؟ بنیادی سوال تو یہ ہے کہ کیا دین نے کوئی اقتصادی نظام پیش بھی کیا ہے۔؟ تربیت اقتصادی تو اگلا مرحلہ ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ انسانی زندگی کے مسائل ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں۔ انسان کی اجتماعی زندگی میں اخلاق، عبادات، تعلیم وتربیت، معاشی معاملات یہ تمام امور ایک دوسرے سے

---

[1] سورہ نسائ، آیہ ۵، شیخ محسن نجفی
[2] ایروانی، جواد، اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن وحدیث، مجلّہ تخصصی الٰھیات وحقوق، شمارہ ۱۳، ۱۳۸۳ش

مربوط ہیں[1]۔ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔یہ بالکل ایسے ہی ہیں جس طرح انسانی جسم میں موجود مختلف سسٹمز۔جب ہاضمے کا نظام متاثر ہوتا ہے تو باقی جسم بھی بے چین و بے قرار ہوتا ہے۔ایک عضو کی تکلیف پورا وجود محسوس کرتا ہے۔ ممکن نہیں ہے انسان کی زندگی میں اُس کا رہن سہن، ثقافت، تہذیب و تمدن، سیاست، عدالت، اخلاق، تعلیم و تربیت یا اقتصاد خراب ہوں اور اس کا دین کامل ترین دین ہو۔یہ کھلا تضاد ہے۔ہوسکتا ہے کوئی یہ سوچ رکھتا ہو کہ دین فقط مسجد و کلیسا جانے، نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا نام ہے۔یہ بات کلیسا کے لیے تو مناسب ہو سکتی ہے لیکن دین اسلام کے بارے میں ایسا کہنا یا تو کم علمی ہے اور دین اسلام سے ناآشنائی ہے۔[2]تعلیم و تربیت کے میدان میں ہوسکتا ہے مشرق و مغرب کے علمأ اپنے نظریات اور تھیوریز بیان کریں، لیکن اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر انسان لقمہ حلال کھائے گا تو اس کا اثر اگلی نسلوں تک منتقل ہوگا۔دنیا کی کوئی بھی یونیورسٹی لقمہ حلال ہے یا حرام، اس بارے توجہ نہیں دیتی[3]۔خداوند متعال نے یہ کائنات بنائی اور اسے انسان کے لیے مسخر کر دیا اور فرمایا اے انسان! میں نے ہر چیز بنائی ہے تیرے لیے اور تجھے اپنے لیے خلق کیا ہے۔اسلام انسانی زندگی کے تمام میادین میں راہنمائی کرتا ہے۔تربیت اقتصادی اجتماعی و انفرادی تدبیر منزل سے لیکر تدبیر مملکت تک۔یعنی معاشرے کے ہر فرد کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ اس دنیا میں اپنے معاشرے میں اہم کردار ادا کر سکے[4]اور اس کے ساتھ ساتھ موت کے بعد والی زندگی میں بھی کامیاب رہے اور قرب خدا کی منزل کو حاصل کرسکے۔اگر خدا کی تعلیمات کے سائے میں مال و ثروت کا حصول ہو تو مزرعۃ الآخرہ ہے اور اگر وہ الٰہی اقدار سے ہٹ کر ہو تو پھر وہ قارونی اقتصاد ہے جو کہ خسر الدنیا والآخرہ ہے۔ تربیت اقتصادی میں آخرت پر یقین انسانی زندگی میں انجام دیے گئے اعمال پر بہت اثر رکھتا ہے۔جس انسان کو الیہ

[1] قرائتی، محسن، سیمای اقتصاد در قرآن و روایات، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، تہران، ۱۳۹۸، ص ۳۸
[2] مطہری، مرتضی، نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی، ج ۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۷
[3] قرائتی، محسن، سیمای اقتصاد در قرآن و روایات، ص ۱۴، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، تہران، ۱۳۹۸ش
[4] صافی، احمد، آموزش و پرورش ابتدایی، رہنمایی تحصیلی و متوسطہ، ناشر سمت، چاپ نہم، تہران، ۱۳۹۳

راجعون پر یقین ہو۔اسے ادراک ہو کہ ایک دن اپنے تمام اعمال اور تمام جسمانی و مالی نعمتوں کا جواب دینا ہے تو اپنے مال و دولت کو ایسے کاموں میں خرچ کرتا ہے کہ یہ اس کے سفر آخرت کے لیے زادِراہ بنے۔جو لوگ عارضی خوشی میں غرق نہیں ہوتے اور اپنی عاقبت کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں۔صرف فکر مند نہیں ہوتے بلکہ اس بارے میں عملی اقدام بھی کرتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں[1]۔ مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں خدا اس شخص پر رحم کرے کہ جو یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں سے آیا ہے کہاں رہ رہا ہے اور اسے کہاں جانا ہے۔؟[2] کامیاب لوگ وہی ہیں جو دنیا کی نعمتیں چاہے وہ مال ہو یا ثروت، حاصل ہونے پر اتراتے نہیں ہیں بلکہ اسے آخرت کا ذخیرہ بنانے کے لیے معاشرے کے محروم لوگوں کا سہارا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔صرف اپنے بارے فکر نہیں کرتے بلکہ معاشرے کے ہر فرد کو اوپر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسے ہی لوگ خدا وند متعال سے دنیا وآخرت کے خیر کا سوال کرتے ہیں اور در حقیقت وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور اگر ہم اسے تکلیفوں کے بعد نعمتوں سے نوازتے ہیں تو ضرور کہ اٹھتا ہے: سارے دکھ مجھ سے دور ہو گئے، بے شک وہ خوب خوشیاں منانے اور اکڑنے لگتا ہے۔البتہ صبر کرنے والے اور نیک اعمال بجالانے والے ایسے نہیں ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔[3] دین اسلام دو لحاظ سے اقتصاد سے وابستہ ہے ایک نگاہ فقہی ہے جس میں مالکیت کا تصور، باہمی لین دین (تجارت)، ٹیکسز، وراثت کے احکام، ہبہ و صدقات، وقف اور کفارات۔

دوسری نگاہ اخلاقی پہلو سے وابستہ ہے جس میں امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، احسان، ایثار، رشوت اور چوری سے ممانعت، خیانت سے پرہیز، کم تولنا اور ملاوٹ۔[4] ان تمام کے بارے میں دین حدود قیود کا تعین کرتا ہے۔اسلام مال و دولت کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟ کیا مال و دولت کا

---

[1] کریموند، امان الہ ناصری، نقش معاد باوری در طهارت اقتصادی پژوهش های نہج البلاغہ، شمارہ ۵۹، زمستان ۱۳۹۷
[2] مطہری، مرتضیٰ، جہان بینی توحیدی، ج۱، ص۹۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۸۷
[3] سورہ ھود، آیہ ۱۰-۱۱، شیخ محسن نجفی
[4] طغیانی، مھدی و پیغامی، عادل، تعلیم وتربیت اقتصادی ج۱، ص۲۶، انتشارات دانشگاہ امام صادقؑ، تہران، ۱۳۹۵

ہونا مذموم ہے۔؟ دنیا داری (مال و دولت کا ہونا) کی تعریف مختلف طبقات کی نظر میں، کچھ لوگ کہتے ہیں دنیا ہونی ہی نہیں چاہیے کیونکہ اس دنیا نے بڑوں، بڑوں کا بیڑہ غرق کیا ہے۔ نہ ہی یہ دنیا یعنی مال و دولت ہوگا اور نہ ہے ڈگمگانے کا خطرہ۔ یعنی غیر محرم پر جو نگاہ پڑتی ہے۔ بہتر ہے آنکھ ہی نکال دی جائے نہ آنکھ ہوگی نہ حرام دیکھیں گے۔ پس دنیا کو پشت کرکے خانقاہ ہی بہترین ٹھکانہ ہے۔ دوسرا گروہ سامنے آتا ہے جو کہتا ہے، نہیں بھائی! دنیا ہونا ضروری ہے دنیا کی محبت ہونا، یہ بری بات ہے۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے تو پھر ایثار و قربانی کیسی؟ جب ایک چیز کی محبت ہی نہیں اگر وہ خدا کے لئے دی تو یہ کونسا کمال ہے۔؟ جب محبت نہیں ہوگی تو اپنی چیزوں کی حفاظت کیسے کر پاؤں گا؟ کوئی مکان گراتا رہے۔ گاڑی پر خراشیں مارتا رہے۔ جب محبت نہیں تو دفاع بھی نہیں کروں گا۔ جب کہ خالق تو یہی فرمارہا ہے۔ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو تب تک کبھی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے اور جو تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔[1]

مالدار ہونا عیب نہیں مال پرست ہونا عیب ہے

پس نہ دنیا کا ہونا عیب ہے اور نہ ہی اس کی محبت۔ پھر درست کیا ہے؟ انسان کو دو محبتوں کا سامنا ہے۔ ایک نعمت سے محبت اور ایک محبت اس خالق کیساتھ کہ جس نے یہ نعمت عطا کی۔ ابراہیم علیہ السلام کو عالم پیری میں خدا اسماعیل علیہ السلام جیسا فرزند دے اور محبت بھی شدید ہو۔ پھر خدا کا حکم بھی آجائے کہ اس کو خدا کی بارگاہ میں پیش کریں۔ پھر خلیل اس انداز میں اپنی قربانی پیش کرے کہ خدا بھی فرمائے کہ اس کا ذکر مٹنے نہ پائے۔ اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے، یقیناً وہ بڑے سچے نبی تھے[2]۔ پس دنیا بھی ہو اور دنیا سے محبت بھی ہو، اس کیساتھ ایک اور محبت بھی ہے جو کہ خالق سے ہے۔ دنیاداری وہ ہے جب انسان دنیا کی محبت کی خاطر الٰہی محبت اور احکاماتِ

[1] سورہ آل عمران، آیہ ۹۲، شیخ محسن نجفی
[2] سورہ مریم، آیہ ۴۱، ایضاً

خداوندی کو روند ڈالے۔ اگر کریم مالک، انسان کو دنیا کی تمام نعمتیں عطا کرے اور وہ خدا کی محبت کی خاطر، اس کے احکامات کی پیروی میں انفاق کر دے تو کمال یہی ہے۔[1] مما رزقنٰھم ینفقون کا مصداقِ کامل یہی لوگ ہیں۔ یہی عین دین ہے۔ بعض لوگوں نے مال و دولت کو ایک دھتکاری ہوئی چیز کے طور پر تعارف کروایا ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات میں اس طرح ہوتا تو اسلام نے نجس چیزوں سے بچنے کے لئے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ جب ایک مکتب کو ایک چیز قبول ہی نہیں تو اسے حق ہی نہیں پہنچتا کہ اس کے بارے بات کرے۔ اس کی تمام باتیں اس چیز کے خلاف ہونگی۔ اس سے دور رہنے کی بات ہوگی۔ اسے استعمال کرنے سے منع کیا ہوگا۔ جس طرح شراب کی مذمت میں آیا ہے" امام باقر (علیہ السلام) نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے شراب کے بارے میں دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: اس کا درخت لگانے والے پر، اس کی حفاظت کرنے والے پر، اس کے انگور کو نچوڑنے والے پر، اسے پینے والے پر، شراب پلانے والے پر، جو اسے فراہم کرتا ہے، اور وہ جو اسے حاصل کرتا ہے، جو فروخت کرتا ہے اور جو خریدتا ہے اور وہ جو قیمت حاصل کرتا ہے۔[2] دین مبین اسلام نے کبھی بھی مال وثروت کی تحقیر نہیں کی۔ نہ اس کی پیداوار کی تحقیر کی نہ اس کی تقسیم اور نہ ہی اس کے استعمال کرنے کی۔ اسلام نے تو دنیا کو ضائع کرنے، اس کو درست استعمال نہ کرنے اور فضول خرچ کرنے کی، مذمت کی ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی یعنی رہبانیت کی، نفی کی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کی تمام نعمات انسان کی خدمت کے لیے ہیں۔ انسان کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ان چیزوں کو اس کی خدمت کے لیے سرف کیا جائے۔ لیکن آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ممالک کے وسائل پر قبضہ کیا جاتا ہے اور انسانوں کو جنگوں کا ایندھن بنایا جاتا ہے۔ مال پرست ہونا قابلِ مذمت ہے انسان سانپ بن کر بیٹھ جائے یہ قابل مذمت ہے۔ ذخیرہ اندوزی کرنا، حریص بن جانا۔ ان رذائل کے حامل لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے۔ اور جو لوگ سونا

---

[1]۔ مطہری، مرتضٰی، بیست گفتار، ص ۵۴، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۹۰

[2] ری شہری، محمد محمدی، مترجم: حمید رضا شیخی، میزان الحکمۃ، ج ۳، ص ۴۹۹، ح ۵۳۵۷، دار الحدیث، قم، ۱۳۹۳

اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔[1] اگر اس مال کو عیاشی، لہو ولہب، دوسروں کو اذیت دینے اور بیہودہ کاموں میں خرچ کیا جایے تو یہ مال قابلِ مذمت بھی ہے اور اس کا ہونا پستی کی طرف سفر کا پیش خیمہ ہے۔اس طرح کی ثروت اور مالداری انسانی شخصیت اور اقدار کا جنازہ نکال دیتی ہے۔اس کے مقابلے میں جو دوسرا تصور ہے کہ اس مال و دولت کو ایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے[2] کہ اس کے ذریعے سے انسان صرف اپنی ذات کو نہیں بلکہ معاشرے کے محروم طبقے کے لیے سہارا بنتا ہے اور معاشرے کی اجتماعی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ قارونی نظام اقتصاد فرد محور ہے کہ جس میں مال و دولت صرف ایک ہاتھ میں گھومتا ہے جبکہ اسلامی اقتصادی تربیتی نظام انفاق و ایثار اور صدقات کے ذریعے معاشرے کے محروم لوگوں کو بھی ساتھ پروان چڑھاتا ہے۔[3]

مفاہیم شناسی

تربیت

تربیت کی اصل رب یعنی مالک و سرپرست یا "ربو" بمفہوم زیادتی، رشد، نمو، نگہداری، غذا دینا اور پرورش کرنا۔ اصطلاحی طور پر تربیت، پرورش جسمی و روحی و معنوی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تربیت اگر "رب" سے ہو تو اس کے معانی انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا، نواقص کو دور کرنا اور ہدایت کرنا تاکہ حد کمال تک جا پہنچے جو کہ مطلوب ہے۔[4] دوسرے معنوں میں انسان کی بالقوہ صلاحیتوں کو کمال تک پہنچانے کیلئے، جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے فراہم کرنا۔[5] جو یہ فراہم کرے اسے رب کہا جاتا ہے۔ قرآن میں جہاں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ تربیت کنندہ کے

---

[1] سورہ توبہ، آیہ ۳۴، شیخ محسن نجفی
[2] مطہری، مرتضی، نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی، ج ۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۷
[3] الٰھی زادہ، محمد حسین، درسنامہ تربیت اقتصادی، ص ۲۸، تدبر در قرآن، مشھد مقدس، ۱۳۹۷
[4] اصفہانی، راغب، مفردات القرآن، ج ۱، ترجمہ مولانا عبدہ فیروزپوری، ۳۹۷۔
[5] مطہری، مرتضی، تعلیم و تربیت در اسلام، قم، انتشارات صدرا، ۱۳۶۷

لئے ہے۔یعنی تمام مخلوقات کو اور بالخصوص انسان کو کمال تک پہنچانے کے لیے ان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہستی کو رب کہا جاتا ہے۔تربیت کنندہ۔پرورش کنندہ۔اور بطور مطلق فقط خداوند متعال کے لیے ہے۔ استاد مصباح یزدی کے مطابق انسان کی ذہنی مدیریت کو تعلیم اور انسان کی قلبی و ارادی مدیریت کو تربیت کہتے ہیں۔یعنی انسان کی صلاحیتوں کو چاہے وہ ذہنی ہوں ،حسی ہوں،افعالی ہوں یا کردار کے حوالے سے ہوں ان کو کمال تک پہنچانا۔[1]

اقتصاد

"القصدُ" لغت میں " راستے کا سیدھا ہونا" معتدل ہونا،افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور معتدل رستے پر چلنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[2]معیشیت کی زبان میں نہ فضول خرچی کرنا اور نہ ہی بخیل ہونا بلکہ درمیانی راہ کو اختیار کرنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[3]اقتصاد قدیم یونانی لفظ okio nemien سے ماخوذ ہے کہ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ Economic ہے۔یہ لفظ گھریلو امور میں تدبیر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔آج کل اپنے وسیع معنوں میں مالی امور سے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔[4]قرآن میں اقتصاد "پیشرفت اور ترقی کے لیے ہدف مند طرز عمل"کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ہر وہ طرزِ عمل جو باہدف نہ ہو وہ غیر اقتصادی ہے۔[5]

تربیت اقتصادی

تربیت اقتصادی یعنی انسان کی شناخت، عواطف و رجحانات اور رفتار واعمال ان تمام جہات میں ایسی تربیت کرنا کہ وہ معیشت کے میدان میں درست انتخاب اور فیصلہ سازی کر سکیں[6]۔اگر ہم

[1] مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی،انتشارات مؤسسہ فرھنگی مدرسہ برہان (انتشاراتِ مدرس)، تہران، ۱۳۹۰ش
[2] اصفہانی، راغب، مفردات القرآن، ، ترجمہ مولانا عبدہ فیروزپوری، ج ۲، ناشر: شیخ شمس الحق اردو بازار، لاہور، ۱۳۹۰ھج
[3] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دارالفکر والطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۱۴ھج
[4] حاجی، جعفر عباس، مکتب اقتصادی اسلام، مترجم: رجایی رامشہ وسید محمد کاظم،انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، قم، ۱۳۹۰
[5] الٰہی زادہ، محمد حسین، درسنامہ تربیت اقتصادی، ناشر: تدبر در قرآن وسیرہ، مشہد، ص۳۶، ۱۳۹۷ش
[6] طغیانی، مہدی، و، پیغامی، عادل، تعلیم وتربیت اقتصادی ج۱، ص ۲۲،انتشارات امام صادق، تہران، ۱۳۹۵

اسے مدیریت ذہنی بھی کہیں تو بعید نہیں ہوگا۔ بچوں کی ایسی تعلیم و تربیت جو انہیں اس قابل بنا دے کہ وہ اپنی اقتصادی صلاحیتوں کو پہچاننے کے بعد درست سمت میں ان کو پروان چڑھا سکیں۔ قدرتی وسائل کی پیداوار ،عادلانہ تقسیم اور میانہ روی کے ساتھ اسے مصرف میں لاسکیں۔ ایسا معاشرہ تشکیل دیں جو حدود الٰہی کا خیال رکھتے ہوئے معاشرے میں استقلال اور معاشی استحکام لاسکے۔ ایسا اقتصاد جو معنویت اور مادی تقاضوں کے مطابق ہو۔ حسنہ فی الدنیا و حسنہ فی الاآخرہ کا مصداق ہو۔[1]

تربیت اقتصادی کی ضرورت اہمیت

انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ انسانی وجود کئی جہات کا حامل ہے۔ انسانی معاشرے کا اصل ہدف تمام جہات میں ترقی کی منازل کو اچھے انداز میں طے کرنا ہے۔ یہ کام بغیر تعلیم و تربیت کے ممکن نہیں ہے۔ آج دنیا کے ترقی یافتہ و ترقی پذیر تمام ممالک یہ جان چکے ہیں کہ آنیوالی نسلیں ہی وہ سرمایہ ہیں کہ جن کی تربیت باقی ہر قسم کے سرمائے کو محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم و تربیت ہی اہم مورچہ ہے کہ جس سے نسلوں اور قوموں کی ترقی منسلک ہے۔ تعلیم و تربیت بھی کئی جہات کی حامل ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی میں گھر کی مدیریت سے ملک کی مدیریت تک جس تربیتی جہت کا بہت اہم کردار ہے وہ تربیت اقتصادی ہے۔ انسان کی زندگی کا ہدف اس کے وجود سے منسلک ہے۔ انسان کا وجود صرف اس دنیا تک محدود نہیں ہے۔ یہ دنیا ایک اور دنیا کا پیش خیمہ ہے جسے آخرت کا نام دیا گیا۔ تربیت اقتصادی اسلامی ہی وہ عامل ہے کہ جس سے ہم آیندہ آنے والی نسلوں کو راستہ فراہم کرسکتے ہیں۔ وہ راستہ جو استقلال و کامیابی کا راستہ ہے۔ ہدف کی شناخت اس لئے ضروری ہے کیونکہ ہدف کو پیش نظر رکھتے ہوئے، راستے کا تعین ہوتا ہے۔ جتنے بھی تربیتی نظام ہیں وہ معین شدہ اہداف کے حصول میں ہی کوشاں ہیں۔[2] جدید دنیا

---

[1] جمعی از نویسندگان، درآمدی بر نظام نامہ تربیتی المصطفیٰ (ص)، ناشر: مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ، ص ۴۸۸، ۱۳۹۷ش

[2] کہنکی، فاطمہ مراد و مطوری علی، کریموند، امان الہ ناصری، نقش معاد باوری در طہارت اقتصادی پژوھش ھای نہج البلاغہ، ، شمارہ

میں سکول و کالج اور یونیورسٹی سے نکلنے والے طالب علم کے لیے بہت سے چیلنجز ہیں۔گھر کی مدیریت سے معاشرے اور مملکت کی مدیریت۔ان تمام میادین میں طلاب کو ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔جب موجودہ نسلیں تربیت اقتصادی سے محروم ہونگی تو کل کیسے اپنے ملک و قوم کو ایک خودمختار ریاست میں تبدیل کریں گی۔؟ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم وتربیت اقتصادی کے زیور سے آنے والی نسلوں کو مزین کیا جائے تاکہ وہ انفرادی و اجتماعی لحاظ سے کامیاب زندگی گزاریں۔ایسی زندگی جو آخرت کے لیے زادراہ قرار پائے۔آج دنیاکے ترقی یافتہ ممالک اپنی نسلوں کو اقتصادی تربیت فراہم کر رہے ہیں۔باقاعدہ طور پر سلیبس ڈیزاین کئے گئے ہیں۔انہیں باور کرایاجاتا ہے کہ ملک و قوم کے لیے اصل ستون تم ہو[1]۔معاشرے کی ذمہ داریاں تمہارے کندھوں پر ہیں۔جب اقتصادی تربیت ہوگی توآنے والی نسلیں بہترین شہری ہونے کیساتھ ساتھ بہترین پیداواری صلاحیت کے حامل، مصرف کنندہ اور سروسز انجام دینے والے ہونگے۔جدید نسل اپنی روزمرہ زندگی میں بہت سارے اقتصادی موضوعات اور مسائل سے دوچار ہیں۔تربیت اقتصادی کے ذریعے سے بچوں میں اقتصادی فکر کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔اقتصاد فرد، خاندان اور معاشرے کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔اسلام کے دشمن بھی اس مسئلے سے واقف ہیں اور وہ اپنے استکباری مطالبات کے مقابلے میں لوگوں اور انسانی معاشروں کو گھٹنے ٹیکنے کے لیے معاشی حربے استعمال کرتے ہیں۔جب ایک قوم اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوگی تو وہ دوسروں سے قرض مانگے گی اور جب مقروض ہوگی تب اس کا استقلال اور خودمختاری دوسروں کے تابع ہوگی۔جس ملک کا اقتصاد مضبوط نہیں ہوگا۔وہ اپنے فیصلے آزادانہ نہیں کرسکے گا۔دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ایک مکمل اور کامل دین۔ایسا دین جس نے انسان کے اس دنیا میں آنے سے لیکر اگلی دنیا تک کے تمام مراحل میں انسان کی راہنمائی کی ہے۔کوئی بھی انسانی زندگی کا

۵۹،زمستان ۱۳۹۷

[1] طغیانی، مہدی، و، پیغامی، عادل، تعلیم وتربیت اقتصادی ج۱، ص ۲۲،انتشارات امام صادق، تہران، ۱۳۹۵

ایسا تربیتی پہلو نہیں ہے کہ جس کے بارے اسلام میں راہنمائی موجود نہ ہو[۱]۔ لیکن علامہ اقبالؒ کے بقول "اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر" جہاں سے مسلم امت نے ہدایت اور راہنمائی لینی تھی یعنی قرآن واہلبیتؑ۔ ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ ہر قوم اپنے فلسفہ حیات کے ذیل میں نظام ہای زندگی کو تشکیل دیتی ہے۔ ہر نظام کی اساس اور بنیاد فلسفہ اور نظریہ ہوتا ہے۔ وہ شناخت ہوتی ہے کہ جس پر کسی بھی نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہے۔ انسان اگر فقط اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے تو اپنے تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی تمام کو اسی دنیا کے مطابق تشکیل دے گا لیکن دین اسلام انسان کو ایک ہدف دیتا ہے[۲]۔ بنیادی ہدف سعادت یعنی قربِ الٰہی کو پانا ہے۔ مومن جب دعا مانگتا ہے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کو مانگتا ہے۔ جب نسلوں کی تربیت الٰہی اقدار کے سایے میں ہوگی تو وہ نسلیں اقتصاد میں قارونی نظام نہیں دیں گی، بلکہ ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دیں گی جو " **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** " کا مصداق ہوگا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہؑ کی طرح پورے معاشرے کے لیے سہارا ہوں گی۔ مسلمانوں نے اس پہلو میں غفلت برتی اور اسے دنیا پرستی سمجھ کر استکباری قوتوں کی جھولی میں ڈال دیا۔ جب کہ ہم رسولِ خداﷺ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح مسلمانوں کو ایک مضبوط اور قدرت مند قوم بنایا۔ بہت سی روایات جو تدبیر معیشت کو بیان کرتی ہیں۔ دولت اور سہولتوں کی فراوانی سے زندگی کا رخ نہیں بدلتا۔ یہ منصوبہ بندی اور نظم و نسق کا ہنر ہے جو زندگی کو منظّم کرتا ہے۔

مدیریت اور تدبیر اقتصادی

جسے احادیث میں تدبیر اور فلسفی حضرات نے تدبیرِ منزل کا نام دیا ہے وہی تربیت اقتصادی ہے۔ یہ ایک اہم اصول ہے کہ "**سوء التدبير مفتاح الفقر**" "بدانتظامی غربت کی کنجی

[۱] مطہری، مرتضٰی، نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی، ج ۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۷
[۲] مطہری، مرتضٰی، مسئلہ شناخت، قم، انتشاراتِ صدرا، ۱۳۶۸ش

ہے"[1]۔ اسی وجہ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم امت اسلامیہ کے مستقبل کے لیے خطرناک خطرے کو "بدانتظامی" سمجھتے ہیں۔"**انّی ما اخاف علی امتی الفقر ولکن اخاف علیہم سوء التدبیر**" مجھے اپنی قوم کی غربت کی فکر نہیں، مجھے جس چیز کی فکر ہے وہ بدانتظامی ہے[2]۔ رزق سب سے اہم اور جامع انسانی ضروریات میں سے ایک ہے، جو خدا کی طرف سے فراہم اور ضمانت دی گئ ہے۔ جو صرف محنت اور کوشش سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ زندگی کی خوشی اور لطف اندوزی کے لیے کافی نہیں ہے۔ کھانا فراہم کرنا آدھی کہانی ہے۔ اس کا دوسرا نصف یہ ہے کہ لوگ اپنی روزمرہ کی زندگی کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ کامیاب زندگی کی ضرورتوں میں سے ایک روزمرہ کی زندگی کو استعمال کرنے کا ہنر ہے۔ جس شخص کے پاس یہ ہنر نہ ہو، خواہ اسے کتنی ہی دولت اور سہولتیں میسر ہوں، وہ اچھی زندگی نہیں گزار سکتا، اور شاید جن لوگوں کے پاس دولت اور سہولتیں کم ہوں وہ کامیاب اور منظّم زندگی گزارتے ہیں۔ اس فرق کا راز اس ہنر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کو جو نعمتیں ملتی ہیں ان کو کیسے استعمال کرتا ہے۔؟ یہ وہی چیز ہے جس کا ذکر مذہبی لٹریچر میں "تدبیر" کے نام سے کیا گیا ہے۔ کامیاب زندگی گزارنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہمارے پاس وسائل کو استعمال کرنے کی صلاحیت یا مہارت ہونی چاہیے۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "**آفَةُ المَعاشِ سوءُ التَّدبیرِ**"[3] زندگی کی تباہی بدانتظامی ہے۔ زندگی میں ایسے لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو روزی کمانے سے زیادہ اس اصول کو اہمیت دیتے ہیں اور کامیابی کا پیمانہ ان کی انتظامی صلاحیتوں کا پیمانہ ہے نہ کہ ان کی آمدنی کی مقدار۔ "**لا مال لمن لا تدبیر له**" جس شخص کے پاس منصوبہ بندی کا ہنر نہ ہو اس کے پاس دولت نہیں ہو گی۔[4] کیونکہ پیسہ ہونا کافی نہیں ہے۔ دولت کی اہمیت یہ ہے کہ اسے کس

[1] ری شہری، محمد محمدی، میزان الحکمۃ، جلد: ۲، دارالحدیث، ش۱۳۸۶، قم، ص: ۱۳۸۵
[2] شعیری، محمد بن محمد، جامع الاخبار، جلد۱، مطبعۃ الحیدریہ، نجف، بی تا (بدون تاریخ)، ص ۴۸
[3] آمدی، ابوالفتح، غرر الحکم، جلد۱، دارالکتاب اسلامی، ۱۴۱۰ق، قم، ح ۸۰۸۷
[4] ایضاً، ح ۸۰۹۵

طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک دن بادشاہ ایک تلوار کے بارے میں بات کر رہا تھا جو دشمن کو آدھا کر دیتی ہے۔ بادشاہ نے تلوار اور اس کے مالک کو طلب کیا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو اسے معمولی پایا اور کہا: مجھے اس تلوار میں کچھ نظر نہیں آتا۔ تلوار کے مالک نے کہا: "اس تلوار کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ میرا بازو ہے، اس کی دھار نہیں! " پیسہ بھی وہی ہے؛ جو چیز پیسے کو موثر بناتی ہے وہ منصوبہ بندی کا فن ہے۔[1]

جب امام علی علیہ السلام اپنے بچوں کو زندگی بسر کرنے کا ہنر سکھاتے ہیں تو وہ معیشت کے بارے میں بھی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: مال زیادہ ہو لیکن اس کے ساتھ فضول خرچی ہو اس سے بہتر وہ مناسب مقدار میں رزق ہے کہ جس کے ساتھ منصوبہ بندی ہو۔ **"حُسنُ التَّدبيرِ مَعَ الكَفافِ ، أكفى لَكَ مِنَ الكَثيرِ مَعَ الإِسرافِ"**[2] دولت کی خصوصیات میں سے ایک اس کی "پائیداری" ہے۔ دولت جتنی مستحکم ہوتی ہے اتنا ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے اور زندگی میں اتنی ہی خوشحالی آتی ہے۔ دولت کے استحکام کی شرط یہ ہے کہ اسے اچھی طرح سے منظّم کیا جائے۔ اچھی منصوبہ بندی دولت میں اضافہ کر سکتی ہے اور ایک بری منصوبہ بہت ساری دولت کو تباہ کر سکتی ہے۔ امام علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: **حُسنُ التَّدبيرِ يُنمي قَليلَ المالِ وسوءُ التَّدبيرِ يُفني كَثيرَهُ"** اچھا انتظام چھوٹی دولت کو بڑھاتا ہے اور خراب انتظام بہت ساری دولت کو برباد کر دیتا ہے۔[3] جو کچھ کہا گیا ہے اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ "فقر" کسی چیز کے نہ ہونے یا کسی چیز سے محروم ہونے کا نام نہیں۔ بلکہ کامیاب زندگی کا ہنر نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کی زندگی میں تدبیر ہوگی تو فقر کے آنے کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوگی۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **لا فَقرَ مَعَ حُسنِ**

---

[1] پسندیدہ، عباس، رضایت از زندگی: دار الحدیث. قم، ۱۳۹۲ش، جلد: ۱ صفحہ: ۱۵۹
[2] آمدی، ابوالفتح، غرر الحکم، جلد ۱، دار الکتاب اسلامی، ۱۴۱۰ق، قم، صفحہ ۳۴۴
[3] ایضاً، ص ۲۲۷

تَدبیرٍ"[1] امام صادق علیہ السلام : **كَمالُ الْمُؤْمِنِ فی ثَلاثِ خِصالٍ: الْفِقْهُ فی دينِهِ، وَ الصَّبْرُ عَلَى النّائِبَةِ، وَالتَّقْديرُ فِى الْمَعيشَةِ**۔فرمایا: مومن کی شخصیت اور کمال تین خصلتوں میں ہے: دین کے مسائل واحکام سے واقف ہونا، سختیوں اور مصیبتوں پر صبر ،اس کی زندگی کاحساب کتاب اور صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ ہونا[2]۔ یہ تمام روایات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ دین اسلام اور تمدن اسلامی اقتصادی مسائل کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور اس سے اقتصادی تربیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔جب روایات میں **((تدبیر))** یا **((تقدیر فی المعیشه))** کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہی تربیت اقتصادی ہے۔[3] جب ہم اسلامی آثار کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں جہاں بھی حکمأاور فلسفی شخصیات نے تدبیر منزل یا سیاست مدن کے بارے میں بحث کی ہے اس سے مراد تربیت اقتصادی ہی ہے۔بو علی سینا کا رسالہ "السیاسیہ "ہو یا خواجہ نصیر الدین کی اخلاق ناصری ہو،ان تمام آثار میں آمدن و خرچ کے طور طریقے،مال کی حفاظت،تدبیر اور منصوبہ بندی ذکر ہے۔ قال الامام علی علیہ السلام : **إذا أرادَ اللّٰهُ بِعَبدٍ خَيرا ألهَمَهُ الاقْتِصادَ و حُسنَ التَّدْبيرِ ، و جَنَّبَهُ سُوءَ التّدْبيرِ و الإسْرافَ**"جب اللہ تعالیٰ بندے کی بھلائی چاہتا ہے،اس لیے اسے کفایت شعاری اور حکمت عطا کرتا ہے اور اسے بدانتظامی اور اسراف سے دور رکھتا ہے۔[4]

اسلامی اقتصادی تربیت ضروری ہے

دین مکمل ہوا نعمت تمام ہوئی اور یہ صرف ایک اعلان نہیں تھا بلکہ دین مبین اسلام نے مسلمانوں کی ہر جہت سے راہنمائی کی۔چاہے وہ سیاسی میدان ہو یا معاشرتی،اقتصادی ہو یا فکری

---

[1] ایضاً، ص ۵۴۴
[2] شیخ طوسی، محمد بن حسن،الامالی، جلد۱، دارالثقافہ، ۱۴۱۴ق، ص ۶۶۶، ح ۲۹۸۰۵۵
[3] الٰہی زادہ، محمد حسین، درس نامہ تربیت اقتصادی،تدبر در قرآن وسیرہ، مشہد، ۱۳۹۷ش، ص ۲۴
[4] ری شہری، محمد محمدی، میزان الحکمۃ، جلد: ۳، دارالحدیث، قم، ش۱۳۸۶، ص ۵

۔دینِ اسلام جس نے آ کر جاہلوں کو عالم، سود خوروں کو کسب حلال، قاتلوں اور زندہ در گور کرنے والوں کو فرزند دوستی، مشرکوں کو موحِّد، فرقوں میں منقسِم لوگوں کو منسجم، خرافات زدوں کو حقیقت کے متلاشی اور ذلّت میں پڑے ہوؤں کو عزت وعظمت کی راہ دکھائی۔[1]دین اسلام صرف دنیا میں ہی کامیاب زندگی کی ضمانت نہیں دیتا بلکہ آخرت میں بھی سعادت کی بشارت دیتا ہے۔ایسے رستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ جسے قرآن نے اَقوَم کہا ہے۔جہاں انفرادی معاملات اور عبادات کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے وہیں اجتماعی معاملات میں بھی راہنمائی دستیاب ہے۔اقتصادی تربیت میں جب انفرادی جہت سے بات ہوتی ہے تو وہاں قناعت، زہد، سخاوت سے لیکر رزق حلال کمانے اور کام کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔جب اجتماعی معاملات کی بات کی گئی ہے تو وہاں شرعی احکام خرید وفروخت، کرایہ، مضاربہ، کاشتکاری، مشارکت۔ان کے ساتھ ساتھ جو دینی شرعی ذمہ داریاں معین کی ہیں جیسے خمس، زکوۃ، بے کسوں کی دستگیری اور محروم اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعاون۔ان تمام امور میں دین اسلام نے راہنمائی فراہم کی ہے۔ تربیت اقتصادی کو اگر اسلامی نگاہ سے بیان کیا جائے تو اس کی دو جہات ہیں۔ایک جہت وہ تمام اصول و قواعد ہیں کہ جو مالکیت، باہمی لین دین، وراثت، صدقات و وقف وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔ان تمام کے بارے میں جاننا ہر ایک کے لازم و ضروری ہے۔ان تمام موضوعات کو مختلف فقہی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے جیسے کتاب البیع، کتاب الاجارہ، کتاب الوقف، کتاب الزکوۃ۔دوسری جہت اخلاقی اور انفرادی ہے۔اس میں اقتصاد سے متعلق جو اسلام نے اخلاقی آداب بیان کیے ہیں وہ ذکر ہیں۔اسلام انسان کو امانت داری، عدالت، انصاف، احسان و ایثار، قناعت، وسخاوت کی وصیت کرتا ہے اور چوری وخیانت، رشوت، ذخیرہ اندوزی اور بخل جیسی تمام رذیلہ صفات سے دور رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ان تمام موارد کو جاننے کے بعد جب انسان ایک

---

[1] قرایتی، محسن، تفسیر نور، موسسہ فرہنگی درسهایی از قرآن، ۱۳۹۷ش، تهران، ج ۱۰، ص: ۲۷

[2] محصص، مرضیہ، مبانی ومصادیق تعلیم وتربیت اقتصادی فرزندان در خانوادہ اسلامی، شمارہ ۴، ۱۳۹۳

اجتماعی زندگی میں قدم رکھے گا تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔[1]

اقتصادی تربیت اور عالمی استکبار کی معاشی چالوں سے مقابلہ

اگر ایک ملک و قوم کا اقتصاد مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہوگا تو وہ قوم کو دوسرا کا مقروض بنائے گا اور دوسری قومیں اس سے اپنے من مانے فیصلے منوائیں گی۔ قوموں کا استقلال اور عزت گروی ہو جاتا ہے۔ اپنے فیصلے کرنے میں آزادی نہیں ہوتیں۔ قومی مفاد کی بجائے استکبار کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑتے ہیں۔ استعمار اسی بہانے سے کمزور ممالک میں داخل ہوتا ہے اور تمام معدنیات اور قدرتی ذخائر کو لوٹتا ہے۔ جدید زمانے میں یہ بات عیاں ہے کہ جو بھی ممالک اقتصادی لحاظ سے فقیر ہیں ان کے خزانے محفوظ ہاتھوں میں نہیں اور استکباری طاقتیں جب چاہیں ، جیسے چاہیں ان کے خزانوں کو استعمال کرتی ہیں۔ اپنے مطالبات منواتی ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں چاہے وہ تعلیم ہو، اقتصاد ہو، سیاست ہو یا ثقافتی امور ہوں مداخلت کرتے ہیں اور ملک کے تمام فیصلوں میں کردار ادا کرتے ہیں۔ جب اقتصاد کمزور ہو تو قومیں غلام بن جاتی ہیں اور اس کی تقدیر دوسرے لکھتے ہیں۔[2]

اسلامی اقتصادی تربیت یعنی دنیا و آخرت میں کامیابی

جب ہم دنیا کے مختلف نظاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر اقتصادی نظام کی فکری بنیادیں موجود ہیں۔ ان بنیادوں میں کائنات شناسی، انسان شناسی، خداشناسی، معاشرہ شناسی وغیرہ شامل ہیں جو انسان کا کائنات، معاشرے اور خدا سے تعلق کو واضح کرتے ہیں۔ تعلیم و تعلم ہی وہ میدان ہے کہ جس کے ذریعے سے یہ تمام موضوعات آنے والوں نسلوں کے لیے ہدایت فراہم کریں گے۔ ضروری ہے کہ آنے والوں نسلوں وہ تمام ضروری مہارتیں سکھائی جائیں کہ جس

[1] ایروانی، جواد، اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن و حدیث، الہیات و حقوق دانشگاہ رضوی، شمارہ ۵، ۱۳۸۳

[2] حاجی، جعفر عباس، مترجمان: رجائی محمد کاظم، کرمی محمد مھدی، مکتب اقتصادی اسلام، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینیؒ، ۱۳۹۰، قم، ص ۵۲

سے وہ انفرادی واجتماعی طور پر وہ اپنے آپ کو مضبوط بنائیں تا کہ اپنے اور ملک کی تقدیر کے فیصلے خود کر سکیں۔اسلامی اصولوں پر ہونے والی اقتصادی تربیت ہی اس دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ عقلی اور فکری بنیادیں مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ جس چیز کی اشد ضرورت ہے وہ اقتصادی مہارتوں سے اپنی نسلوں کو تعلیم دینا ہے۔جب ہم دنیا کے مختلف اقتصادی نظریات یا نظام (چاہے وہ زمانہ قدیم کے ہوں یا جدید زمانے کے)کے بارے جانتے ہیں تو ہمیں دو بنیادی قسم کے نظام ملتے ہیں۔ایک اقتصادی نظام کہ جو فرد محور ہے۔انسان ہی اس کا اول وآخر ہے۔اس کی مثال زمانہ قدیم میں فرعونی اور قارونی نظام اور زمانہ جدید میں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشیالزم ہیں۔ قارونی نظام فرد محور ہے کہ جو ایک ہی فرد کے گرد ہی گھومتا ہے۔معاشرے کو اپنے تابع بناتا ہے۔غلام بنا کے رکھتا ہے۔جب کہ اسلامی نظام اقتصاد پورے معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرتا ہے۔[1]معاشرے کو اعتدال والی زندگی عطا کرتا ہے۔اس میں ایک شخص جو مالی لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے وہ معاشرے کے محروم طبقے کو اٹھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور پورا معاشرہ اوپر اٹھتا ہے۔وہ اقتصاد جس کیساتھ ایمان نہ ہو،جو معنویت سے خالی ہو،جو خدا محوری سے ہٹ کر ہو وہ معاشرے کو قارونی فکر دیتا ہے۔اگر ہم اسے اقتصادی مادی کا نام دیں تو مناسب ہوگا۔اس میں ہدف و مقصد فقط مال کا حصول ہے چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے انسان کے ہاتھ لگے۔اس فکر میں دنیا کے معدنیات کو ہتھیانے کے لیے جنگیں مسلط کی جاتی ہیں اور وسائل کو غارت کرنے کے لیے انسانیت کو قربان کیا جاتا ہے۔اقتصاد معنوی جو خدا محور ہے اس میں اقتصاد ایک وسیلہ ہے ایک ہتھیار ہے کہ جس کے ذریعے خدمتِ انسانیت مقصود ہے ایسی خدمت جو قربِ الٰہی کا زینہ قرار پائے۔"آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بنادیتے ہیں جو زمین میں بالادستی اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (نیک) انجام تو تقویٰ والوں کے لیے ہے"[2]۔"جن لوگوں کا ہدف دنیا کا حصول صرف

[1] الٰہی زادہ، محمد حسین، درس نامہ تربیت اقتصادی، تدبر در قرآن وسیرہ، مشہد، ۱۳۹۷ش، ص۵۵
[2] سورہ قصص، آیہ ۸۳، شیخ محسن نجفی

اس لیے کہ وہ معاشرے میں بگاڑ پیدا کریں تو قرآن کی نگاہ میں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ دین اقتصاد کو ایک وسیلہ قرار دیتا ہے کہ جس کے ذریعے سے ایک اعلیٰ ہدف کا حصول ہے۔ اسلام کی نظر میں وہ مال و دولت جس کے ذریعے سے قرب خدا کی منزل پر انسان فائز ہو، اسے قرآن نے خیر سے تعبیر کیا ہے۔ "تمہارے لیے یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑے جا رہا ہو تو اسے چاہیے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے مناسب طور پر وصیت کرے، متقی لوگوں پر یہ ایک حق ہے۔[۱]"۔ اس مال کو معاشرے کی بنیاد اور اساس قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن نے حکم دیا ہے کہ اس سرمائے کو بے عقل لوگوں کے حوالے نہ کرو۔ "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو"[۲]۔ اسی مال کو قرآنی آیات نے خدا کی رضا کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی کیساتھ انسان خدا کو راضی کر سکتا ہے۔ "اور جو لوگ اپنا مال اللہ کی خوشنودی کی خاطر اور ثبات نفس سے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، جس پر زور کا مینہ برسے تو دگنا پھل دے اور اگر تیز بارش نہ ہو تو ہلکی پھوار بھی کافی ہو جائے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۳]" کچھ لوگ خداوند متعال کی راہ جان کا نذرانہ پیش کرکے مقامِ شہادت پر فائز ہوتے ہیں اور انہیں مجاہد کہا جاتا ہے اور کچھ مومنین ایسے ہیں جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے مجاہد گردانے جاتے ہیں۔ "تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اپنی جانوں اور اپنے اموال سے راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم جان لو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے"[۴]۔ اسی طرح احادیث (جو کہ قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کرتی ہیں) میں بھی مال و دولت کی اہمیت بیان کی گئی

---

[۱] سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۰، ایضاً
[۲] سورہ نسائ، آیہ ۵، شیخ محسن نجفی
[۳] سورہ بقرہ، آیہ ۲۶۵، ایضاً
[۴] سورہ صف آیہ ۱۱، ایضاً

ہے۔ یہاں تک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقویٰ الٰہی کے حصول میں مال و دولت کو بہترین معاون قرار دیا ہے۔ "نِعْمَ اَلْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اَللَّهِ اَلْغِنَى" مال تقویٰ کے لیے بہترین مددگار ہے۔[1] مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر کسی شخص قتل ہو جائے تو اسے شہید کہا گیا ہے۔ "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ"[2] مولا علیؑ نے بھی وصیت نامے میں مال کے ذریعے جہاد کی نصیحت فرمائی: "وَاللّه اللّه فِي الجِهادِ بِأموالِكُم و أنفُسِكُم و ألسِنَتِكُم في سَبيلِ اللّه "اور اللہ سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کے بارے میں ڈرو۔[3] اسی طرح روایات میں فقر اور مال و دولت سے محرومیت (جو فرد اور معاشرے کو اعلیٰ اہداف تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے) کی سرزنش کی گئی ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں۔ "الفقر الموت الاکبر" فقیری سب سے بڑی موت ہے[4]۔ اسی طرح جب ہم آئمہ علیہم السلام سے تعلیم کردہ دعاؤں پر توجہ کرتے ہیں تو سب سے برکت والے مہینے یعنی ماہ مبارک رمضان میں ہر فرض نماز کے بعد جس دعا کو پڑھنے کی تاکید ہے۔ اس کے پہلے جملے کے بعد تمام جملات تربیت اقتصادی سے وابستہ ہیں۔

اللَّهُمَّ أَغْنِ كُلَّ فَقِيرٍ ،اللَّهُمَّ أَشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ

فقیروں کو بے نیاز کر دے، بھوکوں کو سیر فرما

اللَّهُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْيَانٍ، اللَّهُمَّ اقْضِ دَيْنَ كُلِّ مَدِينٍ

(برہنہ) بے لباسوں کو لباس پہنا، مقروض کا قرض ادا فرما

اللَّهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوبٍ ،اللَّهُمَّ رُدَّ كُلَّ غَرِيبٍ ،اللَّهُمَّ فُكَّ كُلَّ أَسِيرٍ

---

[1] ابن شعبہ حرّانی، حسن ابن علی، تحف العقول، ۱۳۷۶ش، قم، ج ۲، ص ۴۹
[2] کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۵، ص ۵۲؛ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۵۶
[3] شریف، سید رضی، نہج البلاغہ، ترجمہ: ذیشان حیدر جوادی۔ مکتوب ۴۷
[4] ایضاً حکمت ۱۶۳

سوگواروں کے دلوں کو شاداب فرما، خدایا ہر مسافر کو اپنے وطن میں باسلامت پہنچادے، ہر اسیر کو رہائی دے

اللّٰهُمَّ أَصْلِحْ كُلَّ فَاسِدٍ مِنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ

خدایا مسلمانوں کے کاموں میں فساد برپا کرنے والوں کی اصلاح فرما

اللّٰهُمَّ اشْفِ كُلَّ مَرِيضٍ ،اللّٰهُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ ،اللّٰهُمَّ غَيِّرْ سُوءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِكَ

بیماروں کو شفا عطا فرما، اے خدایا اپنی توانگری سے ہماری فقر کو دور فرما، ہمارے برے کاموں کو اپنی نیک صفات کے توسط سے تغییر دے

اللّٰهُمَّ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَ أَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

خدایا ہمارا قرض ادا فرما، اور ہماری نیازمندی کو بے نیازی میں تبدیل فرما تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[1]

جب ہم تربیت اقتصادی اسلامی کہتے ہیں تو اس کے ذریعے تربیت اقتصادی غیر اسلامی یعنی مادی اقتصاد سے علیحدگی کا اعلان کرتے ہیں۔ مکتب اسلام کے سائے میں اقتصادی نظام یعنی جو عقاید الٰہی کے زیر سایہ تشکیل پائے۔ جس کی اساس و بنیاد قرآن و احادیث اور سیرت ہیں۔ اقتصاد جو توحید محور ہو اس میں اول وآخری ہدف خدا کی رضا وخوشنودی ہے۔ اس میں جب پیداوار کی بات ہوگی تو اس کے تمام عوامل چاہے وہ قدرتی وسائل ہوں، افرادی قوت ہو یا پیداوار کے وسائل ہوں سب کو مخلوق خدا کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ جب قدرتی وسائل کی تقسیم کی بات ہوگی تو رازق اصلی خدا کی ذات ہی ہوگی۔ انسان اپنے علم و حکمت کے ذریعے جب ان وسائل سے رزق حاصل کرے گا تو اس میں غرور و تکبر پیدا نہیں ہوگا بلکہ وہ اس نعمت کو خدا کی امانت سمجھے گا۔ خدا کی اطاعت کرے گا اور طغیانیت کا شکار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر اسے کبھی اقتصادی و معاشی مشکلات آئیں گی تو مایوس

---

[1] القمی، شیخ عباس، مفاتیح الجنان، جلد ۱، ۱۳۴۴ق،
https://erfan.ir/mafatih۸۳۰/%D۸٪AF%D۸%B۹٪D۸٪A۷٪DB٪۸C-

نہیں ہوگا۔جب انسان کا رابطہ معنویت سے مضبوط ہوتا ہے تو اس سے خوف و مایوسی ختم ہو جاتی ہے۔[۱]

تربیت اقتصادی کے اہداف

انسانی زندگی میں اہداف مختلف نوعیت کے ہیں۔بنیادی اور مرکزی ہدف ایک ہی ہوتا ہے۔اس ہدف تک پہنچنے کے لیے چند اہداف مقدمہ بنتے ہیں۔قرآن نے اجتماعی زندگی میں عدالت کا قیام انبیاؑ کا مشن قرار دیا ہے۔ایسا عدالتی نظام جس قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔دولت صرف چند ثروت مند ہاتھوں میں نہ گھومتی رہے۔معاشرے سے طبقاتی نظام کا خاتمہ ،لوگوں کو امن کی فراہمی اور معاشرے کے محروم اور مستضعف طبقے کو مدد فراہم کرنا،اسے اس قابل بنانا کہ معاشرے میں عزت وآبرو والی زندگی بسر کر سکیں۔خودانحصاری اور استقلال کیساتھ اپنے وجود کو قائم رکھ سکیں[۲]۔یہی انبیاؑ الٰہی کا مشن تھا۔"بتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شدید طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون بن دیکھے خدا اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، اللہ یقینا بڑی طاقت والا، غالب آنے والا ہے۔"[۳]

۱. اقتصادی اقتدار کے سایے میں سیاسی اقتدار

جب بھی کسی ملک کا اقتصاد کمزور ہوگا وہ خطے میں مثبت رول ادا نہیں کر سکے گا کمزور معیشت اس کی ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست پر اثر انداز ہو گی۔اس کے برعکس اقتصادی لحاظ سے مضبوط ہونے کے اثرات خود ملکی سیاست پر بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اسی طرح بین الاقوامی فورم پر

---

[۱] حاجی، جعفر عباس، مترجمان: رجایی محمد کاظم، کرمی محمد مھدی، مکتب اقتصادی اسلام، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینیؒ، ۱۳۹۰، قم، ص ۳۳

[۲] خسروپناہ، عبدالحسین، منظومہ فکری امام خمینیؒ، پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی۔ سازمان انتشارات - تہران، ۱۳۹۵ش، ص ۶۳۸

[۳] سورہ حدید، آیہ ۲۵، شیخ محسن نجفی

قوموں کا وقار بلند ہوتا ہے۔ جب بھی کسی ملک کا اقتصاد کمزور ہوگا تو خطے میں دوسرے ملکوں کا مقروض ہوگا۔ یہ قرضہ جات اس کی کمزوری ہونگے اور قرض دینے والا ملک اس قرض کے بہانے اپنے جائز و ناجائز مطالبات منوانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ قرآن نے بہت سے مقامات پر مسلمانوں کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے دشمن ان کی اس کمزوری سے فایدہ اٹھائیں۔ "یہ (منافق) تمہارے حالات کا انتظار کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح حاصل ہو تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو کچھ کامیابی مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے؟ (اس کے باوجود ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہ کی) اور کیا ہم نے تمہیں مومنوں سے بچا نہیں لیا؟ پس اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ ہر گز کافروں کو مومنوں پر غالب نہیں آنے دے گا۔"[1] قرآنی تعلیمات مسلمانوں کو ہدایت فراہم کرتی ہیں کہ اقتصادی، سیاسی، عسکری طور پر اپنے پ کو مضبوط کرو۔ مومن کا ہاتھ دینے والا ہو لینے والا نہ ہو۔ ابتدائی آیات ہی اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مما رزقنهم ينفقون "یعنی ایمان والوں کا کام کمزوروں کا سہارا بننا ہے۔ معاشرے کے محروموں کی دستگیری کرنا ہے۔ پس جب مومن مضبوط ہوں تو وہ جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ اگر کمزور ہوں گے تو دشمن ان کی کمزوری سے فایدہ اٹھائے گا اور اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرے گا۔ اسی قرآن نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے۔ " اور ان (کفار) کے مقابلے کے لیے تم سے جہاں تک ہو سکے طاقت مہیا کرو اور پلے ہوئے گھوڑوں کو مستعد رکھو تاکہ تم اس سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں نیز دوسرے دشمنوں کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے، اور راہ خدا میں جو کچھ تم خرچ کروگے وہ تمہیں پورا دیا جائے گا اور تم پر زیادتی نہ ہوگی۔ "[2]

---

[1] سورہ نسا آیہ ۱۴۱، شیخ محسن نجفی

[2] سورہ انفال، آیہ ۶۰، ایضاً

۲. بنیادی ہدف (تقویٰ الٰہی کیساتھ اقتصادی ترقی) الٰہی برکات کا حصول

قرآنی تعلیمات کے ذیل میں ہونے والی تربیت اقتصادی کا بنیادی ہدف، انسان کی انفرادی و اجتماعی اور سیاسی زندگی میں تقویٰ الٰہی کا حصول ہے۔ اگر اقتصاد کا عمل اور پیشرفت وترقی الٰہی تعلیمات کے سائے میں ہو تو دنیا و آخرت کی کامیابی یہی ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات کے سائے میں جو قومیں زندگی گزارتی ہیں انہیں خداوند متعال نے برکات سے بھی نوازا ہے۔ یہ قرآنی وعدہ ہے۔ "اور اگر یہ اہل کتاب توریت و انجیل اور ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل شدہ دیگر تعلیمات کو قائم رکھتے تو وہ اپنے اوپر کی (آسمانی برکات) اور نیچے کی (زمینی برکات) سے مالامال ہوتے، ان میں سے کچھ میانہ رو بھی ہیں، لیکن ان میں اکثریت بد کردار لوگوں کی ہے۔[۱]" دوسری جگہ پر بھی فرمایا ہے "اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے انہیں گرفت میں لے لیا۔"[۲] اگر مسلمان ان قرآنی احکامات کو زندگی کے میادین میں عملی جامہ پہنا دیں تو تربیت اقتصادی کی برکات اور خدائی نعمتوں کا نزول ہوگا۔ انسان جب الٰہی احکامات کی پیروی میں اقتصاد کے میدان میں وارد ہوگا تو یہ اقتصاد قرب الٰہی کی منازل کی جانب راہنمائی کرے گا۔ پھر انسان اپنے کو مالک و مختار نہیں کہے گا، نعمتیں آنے پر متکبر نہیں ہوگا۔ اس کے لیے خمس، زکوٰۃ، صدقات اور کفارات کیساتھ فلاحی کاموں میں انفاق، سخت کام نہیں ہونگے۔ وہ ہر کام قربۃ الی اللہ کی نیت سے کرے گا۔ اسے یقین ہوگا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو اللہ کے رستے میں خرچ کر دیا ہے وہی باقی ہے۔ اصل ہدف تقوای الٰہی کا حصول ہے۔[۳]

---

[۱] سورہ مایدہ، آیہ ٦٦، ایضاً
[۲] سورہ اعراف، آیہ ٩٦، ایضاً
[۳] موسی زادہ، زھرہ، صنعتی، فاطمہ، تبیین مؤلفہ ھای تربیت اقتصادی براساس آموزہ ھای اسلامی، ۱۳۹٦ش

تربیت اقتصادی کے دو ماڈل

جب ہم تربیت اقتصادی اسلامی کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا اقتصاد عینِ دین ہے۔ اقتصاد اور دین میں جدائی نہیں ہے۔ ابتدا سے لیکر انتہا تک سب کچھ دین ہے۔ کہاں سے آغاز کرنا ہے، کونسا رستہ اپنانا ہے اور کس ہدف تک پہنچنا ہے۔ یہ تمام مراحل الٰہی تعلیمات کے سایے میں ہیں۔ اس قرآنی اقتصاد کے مقابلے میں قارونی اقتصاد ہے[1]۔ وہ نظام اقتصاد جس میں فرد محور ہے۔ امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا ہے۔ دولت چند ہاتھوں میں گھومتی رہتی ہے اور مٹھی بھر لوگ، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس فکر میں دولت کو اکٹھا کرنا ہدف ہوتا ہے۔ اس فکر کے حامل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزت و برتری کا معیار دولت مند ہونا ہے۔ جس کی دولت زیادہ ہے وہی باعزت ہے۔ یہاں دولت کی خاطر اگر انسانیت کو بھی قربان کرنا پڑے تو مسئلہ نہیں ہے۔ ہم و غم دولت ہے۔ ان کی نگاہ میں دولت آنی چاہیے، خواہ وہ حلال طریقے سے ہاتھ آئے یا حرام کے رستے سے۔ سورہ قصص اس ماڈل کو بیان کرتی ہے۔ " بیشک قارون موسٰی کی قوم میں سے تھا مگر اس نے قوم پر ظلم کیا اور ہم نے بھی اسے اتنے خزانے دے دیئے تھے کہ ایک طاقت ور جماعت سے بھی اس کی کنجیاں نہیں اٹھ سکتی تھیں پھر جب اس سے قوم نے کہا کہ اس قدر نہ اتراؤ کہ خدا اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ "[2] اور جو (مال) اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، البتہ دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر یقینا اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔[3] قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھے حاصل ہے، کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا جو اس سے زیادہ طاقت اور

---

[1] الٰہی زادہ، محمد حسین، درس نامہ تربیت اقتصادی، تدبر در قرآن وسیرہ، مشہد، ۱۳۹۷ش، ص ۶۳
[2]۔ سورہ قصص، آیہ ۷۶، سید ذیشان حیدر جوادی
[3] سورہ قصص، آیہ ۷۷، محسن نجفی

جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے تو ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائے گا۔[1] تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو ملا ہے کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے۔ وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔[2] اور جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے: تم پر تباہی ہو! اللہ کے پاس جو ثواب ہے وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل انجام دینے والوں کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والے ہی حاصل کریں گے۔[3] (آخرکار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔[4] اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے! کافر نجات نہیں پا سکتے۔[5] آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔[6]

قارون بنی اسرائیل کی قوم میں ایک دولت مند شخص تھا۔ فرعون کی اقتصادی مشینری کا اہم ستون تھا۔ بہت زیادہ مال و دولت کا مالک تھا، لیکن اپنی قوم پر ظلم و ستم کرتا تھا۔ اس کے باوجود خدا اس کو مال سے نوازتا رہا۔ اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ ایک قوی ہیکل لشکر بھی اس کے خزانے کی چابیاں اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس حالت میں بھی لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ اس مال کی وجہ سے مستی میں نہ پڑو، کیونکہ ایسا کرنے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو خدا پسند

---

[1] سورہ قصص، آیہ ۷۸، ایضاً
[2] ۔ سورہ قصص، آیہ ۷۹، فتح محمد جالندھری
[3] سورہ قصص، آیہ ۸۰، محسن نجفی
[4] سورہ قصص، آیہ ۸۱، محمد صاحب جوناگڑھی
[5] سورہ قصص، آیہ ۸۲، میر احمد علی
[6] سورہ، قصص، آیہ ۸۳، محمد صاحب جوناگڑھی

نہیں کرتا۔ تمہیں خدا نے جو دولت دی ہے اسے اپنے اوپر بھی خرچ کرو اور اس کے ذریعے لوگوں پر بھی احسان کرو، لوگوں کی بھلائی کے کام کرو۔ معاشرے کے محروم لوگوں کی دستگیری کرو۔ تمہیں چاہیے کہ خدا کی صفات کا مظہر بنو۔ جس طرح خدا نے تمہیں یہ دولت بخشی ہے اسی طرح اپنی رعایا کیساتھ بھی بخشش کرو۔ جو تمہیں مال عطا کیا گیا ہے۔ اس سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ بعض لوگ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کرتے ہیں۔ زرخیز زمینوں پر آلودگی پھیلانے والے کارخانے بنائے جاتے ہیں۔ باغات اور قدرتی ماحول کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ لوگ زمینوں کو ہتھیانا شروع کرتے ہیں۔ لوگوں نے قارون کو یاد دلایا کہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ قرآن نے جس اہم نقطے کی طرف توجہ دلائی ہے وہ قارونی فکر ہے۔ یہ جو کچھ میرے پاس ہے، سب میرے علم کی بدولت ہے۔ میری اپنی توانائی اور محنت کے مرہونِ منت ہے۔ یہاں قارون اپنی دولت کا مبدأ اور محور اپنی ذات کو قرار دے رہا ہے۔ اس نے خدا کی ذات کو اس بحث سے بالکل ہی خارج کر دیا۔ یہی قارونی عقیدے کی مشکل تھی۔[1] یعنی میری دولت میری مرضی۔ یہاں قرآن نے ایک بات کی توجہ دلائی ہے: کیا قارون کو نہیں معلوم تھا کہ اس سے پہلے کتنے طاقتور لوگ تھے جن کو برا انجام ہوا۔؟ ان کو نہ مال بچا سکا اور نہ ان کے عہدے دار۔ کیونکہ قارون دولت کو طاقت و عزت کا سرچشمہ سمجھتا تھا اس لیے لوگوں پر اپنی برتری جتلانے اور بڑھائی ظاہر کرنے کے لیے اس نے پاور شو کیا۔ اپنی تمام دولت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی دھاک لوگوں پر بیٹھ جائے۔ اس مرحلے پر قرآن نے کچھ ظاہر بین لوگوں کا حال بیان کیا ہے۔ جب انہوں نے مال و جاہ و حشم دیکھا تو رال ٹپکنے لگی۔ آرزو کرنے لگے کاش جو قارون پر فضل ہوا ہے وہ ان پر بھی ہو جائے۔ کاش انہیں بھی یہ مادی لذتیں نصیب ہو تیں۔ اسی لمحے کچھ اہلِ علم لوگوں کی وارننگ بھی ذکر ہے۔ جنہوں نے کہا کہ خدا اپنی اطاعت کرنے والوں کو اس سے بہتر اجر عطا کرنے والا ہے۔ یہ فقط صبر کرنے والوں کو ملے گا۔ قرآن اس

[1] قرایتی، محسن، تفسیر نور، موسسہ فرہنگی درسہایی از قرآن، ۱۳۹۷ش، تہران، ج۷، ص: ۹۵

فکر کے حامل لوگوں کا انجام بھی ذکر کرتا ہے۔ قارون اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ زمین بُرد ہو گیا۔ اس حال میں کوئی نہیں تھا جو اس کی فریاد کو سنتا اور اس کی مدد کو آتا۔ اپنے تمام مال اور لاؤ لشکر سمیت عبرت کا نشان بن گیا۔ وہی لوگ جو اس جیسا بننے کی حسرت کر رہے تھے، کہنے لگے اگر خدا کا لطف نہ ہوتا تو ہم بھی اس عذاب کا شکار ہوتے۔ یہ دنیا کا مال و دولت اگر خدا کی رحمت اور مہربانی کے حصول کا ذریعہ ہو تو نور علیٰ نور ہے ورنہ یہی مال انسان کے دنیا اور آخرت کے خسارے کا سبب بنتا ہے۔ جو بھی الٰہی نظام سے ٹکراتا ہے وہ اسفل سافلیں کی صف میں شامل ہوتا ہے۔ بعض لوگ زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ وہ مومن ہیں لیکن جب مال کو خرچ کرنے کی باری آتی ہے تو خود عاقل ترین بن بیٹھتے ہیں[1]۔ ان لوگوں کو قرآن نے کافر کہا ہے۔ جنہیں بینک سے امید ہوتی ہے کہ اس میں پیسہ رقم رکھیں گے تو فائدہ ملے گا، لیکن خدائی وعدے پر یقین کرتے ہوئے خمس و زکوٰۃ اور صدقات نہیں دیتے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا: بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے ناامیدی: مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟[2] آخر میں قرآن کا اشارہ اس طرف ہے کہ جو لوگ قارون کی طرح تکبر و غرور کا شکار نہیں ہوتے اور زمین میں فساد نہیں چاہتے اور ان کا مال و دولت خدمت خلق کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ اپنے مال و دولت کو خدا کی امانت سمجھتے ہیں اور اسی مال کو آخرت کے لیے زادِ راہ بناتے ہیں۔ جب اقتصاد تقویٰ الٰہی کے سائے میں ہوگا تو اس سے لوگوں میں عدل و انصاف و بھائی چارہ کی فضا بنے گی۔ زمینیں آباد ہو نگی اور خلق خدا خوشحال ہو گی۔[3]

---

[1] شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، دارلکتب اسلامیہ، تہران، ۱۳۸۷ش، ج۱۶، ص: ۱۷۲
[2] اقبالؒ، علامہ محمد، بال جبریل، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، : لاہور, پاکستان، ۱۹۳۵م: ص ۲۷
[3] طباطبائی، محمد حسین، ترجمہ تفسیر المیزان، دفتر انتشارات اسلامی قم، ۱۳۸۴ش، ج۱۶، ص: ۱۱۹

الٰہی اقتصاد اور مادی اقتصاد کی خصوصیات

قرآن کریم نے دو طرح کے نظام متعارف کروائے ہیں۔ایک نظام میں مرکز و محور خداوند متعال کی ذات ہے، جبکہ دوسرا انسان محور ہے۔الٰہی اقتصاد میں رازق خدا کی ذات ہے ۔ان اللہ ھوالرزاق ذوالقوۃ المتین۔البتہ اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کوئی کام نہ کرے اور ہاتھ باندھ کے بیٹھ جائے۔انسان کی ذمہ داری کمانے کے لئے، رزق حلال کی خاطر کوشش اور تگ ودو کرنا ہے۔اس حرکت میں برکت ڈالنا خداوند متعال کاکام ہے۔جبکہ مادی و انسان محور اقتصادہر چیز کامرکز و محور انسانی علم کو سمجھتا ہے۔جیساقرآن نے بیان فرمایا ہے کہ قارونی فکر میں مال و دولت انسانی علم کی مرہون منت ہے۔ قارون نے بھی یہی کہا تھا یہ میرے علم کی بدولت ہے۔الٰہی اقتصاد کے اصول و قوانین وحی الٰہی کے تابع ہیں جبکہ مادی اقتصاد فقط انسانی فکر پر مبنی ہے۔قرآنی والٰہی اقتصاد لوگوں کے لیے روزگار کے وسائل پیدا کرتا ہے جبکہ قارونی اقتصاد فقط چند ہاتھوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔لوگوں کے لیے حسرت کا سبب بنتا ہے۔جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے۔[1]حسرت بھری نگاہیں چاہے مال کی طرف بڑھیں یا عزت وناموس کی طرف دونوں کا نتیجہ ذلت ورسوائی ہے۔مادی اقتصاد میں ریاکاری، غرور و تکبر، خود نمائی اور معاشرے کے لیے غم و اندوہ اور افسردگی کا سامان ہے۔الٰہی اقتصاد میں انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔جب انسان محروم لوگوں کی مدد کرتا ہے تو قلبی سکون محسوس کرتا ہے، جبکہ مادی اقتصاد کا ہم و غم فقط اور فقط دولت کا حصول اور مال میں اضافہ کرنا ہے۔الٰہی اقتصاد سے عدالت اجتماعی کا قیام عمل میں آتا ہے جبکہ مادی اقتصاد ظلم و ناانصافی اور طبقاتی نظام کو جنم دیتا ہے۔الٰہی نظام اقتصادی لوگوں کو آباد کرتا ہے، شہر آباد ہوتے ہیں، بازاروں میں رونق ہوتی ہے جبکہ مادی اور طاغوتی نظام معاشرے میں

---

[1] سورہ قصص، آیہ ۷۹، شیخ محسن نجفی

فساد کا باعث بنتا ہے۔ قدرتی وسائل پر قبضہ کیا جاتا ہے اور ان وسائل کے حصول کے لیے انسانیت کا قتل کیا جاتا ہے۔ جنگیں مسلط کی جاتی ہیں گھر ویران ہو جاتے ہیں اور لوگ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مادی اقتصاد کا ہم و غم یعنی مال و دولت اور قدرت ہونی چاہیے۔[1] خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے ہو ضروری نہیں ہے۔ حلال ہو یا حرام اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ الٰہی اقتصاد کا ہدف قرب الٰہی کی منزل کا حصول، دنیا و آخرت کی سعادت کا حصول ہے جبکہ مادی اقتصاد دولت کو جمع کرنا اور معاشرے میں اپنی قدرت کا ظاہر و نمود و نمائش اور خسر الدنیا والآخرہ ہے۔ پس تربیت اقتصادی میں ہم اپنی نسل کے سامنے یہ دو ماڈل رکھتے ہیں ایک معنویت کے ساتھ مال و دولت کا حصول ہے جبکہ دوسرے میں فقط اور فقط مادی اہداف پیش نظر ہیں۔ ایک نظام میں امیر اپنے ساتھ موجود لوگوں پر انفاق کرتا ہے اور انہیں بھی معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے جبکہ مادی اقتصاد محروم لوگوں کے حقوق پائمال کرتا ہے۔ غریب، غریب سے غریب تر ہوتا ہے۔[2]

تربیت اقتصادی کے بنیادی اجزأ (وسائل کی پیداوار، تقسیم اور خرچ)

پیداوار کے تصور کے ذیل میں اقتصادی تربیت میں چند اور بھی اجزأ اور ارکین ہیں۔ کوئی بھی پیداوار حاصل کرنے کے لیے ان اجزأ کی ضرورت ہوتی ہے۔ روزگار کے مواقع ہوں یا کسی صنعت کا قیام، قدرتی وسائل کا استعمال ہو یا افرادی قوت کا استعمال۔ انسان کو ان تمام مراحل میں تربیت کی ضرورت ہے ۔ پس ایسا مواد بچوں کو منتقل کیا جائے جو انہیں فکری اور عملی طور پر معاشرے میں ایک متحرک کردار کے قابل بنائے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے جب پیداوار کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو اس میں سب سے پہلے پیداوار کے عوامل زیر بحث آتے ہیں۔ افرادی

[1] حاجی جعفر عباس، مترجمان: رجایی محمد کاظم، کرمی محمد مھدی، مکتب اقتصادی اسلام، ص۵۱، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینیؒ، ۱۳۹۰، قم

[2] ایروانی، جواد، اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن وحدیث، مجلّہ الٰہیات و حقوق، ۱۳۸۳ - شمارہ ۱۴ (۳۰ صفحہ - از ۹۱ تا ۱۲۰)

قوت کی اہمیت،کام کاج کی اہمیت،کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش، قدرتی وسائل کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم،کام کی تقسیم، مینیجمنٹ،اسپیشلسٹ اور پروفیشنل کے ساتھ ساتھ مخلص کارکن، پیداوار کے لیے انجام پانے والے کاموں کی نظارت، مختلف پیشوں میں کام کی تقسیم۔ پیداوار کی مقدار و معیار کے بارے میں سنجیدگی، پیداوار اور تقسیم کے درمیان توازن۔ان تمام اجزأکے ساتھ ساتھ اسلام میں جو عنصر اہم ہے وہ معنوی پہلو ہے۔انسان کو رزاقیتِ الٰہی پر یقینِ کامل ہو۔ایمان ، تقویٰ ، شکر،ایمان اور زہد۔یہ تمام عناصر تربیت اقتصادی میں وہی مقام رکھتے ہیں جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔[1]

وسائل اور مال کی تقسیم

قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والی درآمد کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم بھی تربیت اقتصادی کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔معاشرے میں توازن پیدا کرنا،امیر اور غریب کا جو طبقاتی نظام وجود میں آتا ہے اس کا سد باب کرنا، دولت کو چند ہاتھوں سے نکال کر معاشرے میں لانا،فرد محور کی بجائے معاشرہ محور اقتصاد کے قیام کی کوشش کرنا، معاشرے کے محروم اور پسے ہوئے لوگوں کی دستگیری کرنا،انفاق کی ضرورت واہمیت، معاشرے میں انفاق رائج کرنا، تنگ دست افراد کو قرض جیسی سہولت فراہم کرنا، شرعی احکام خمس وزکوۃ کی اہمیت، مصارف اور زکوۃ کے آثار وبرکات سے معاشرے میں آگاہی دینا۔وہ عوامل جو معاشرے میں کرپشن کو فروغ دیتے ہیں ان تمام عوامل کا سد باب کرنا۔ سود، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی جیسی رزیلہ صفات جو معاشروں کو زوال کی طرف لے جاتی ہیں۔ان سے آنے والی نسلوں کو بچانا۔ دین اسلام نے ان تمام اجزأکے

[1] قرایتی، محسن، سیمای اقتصاد در قرآن و روایات، ۱۳۹۸، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، تہران، ص ۶۶

بارے میں راہنمائی فرمائی ہے۔مزدور کی مزدوری ہو، ملک میں قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔تربیت اقتصادی ان تمام امور میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔[1]

وسائل کی کھپت (خرچ)

تربیت اقتصادی کا تیسرا اہم اور بنیادی رکن وسائل کو صحیح انداز میں صرف کرنا ہے۔انسان کو افراط تفریط سے نکال کر قناعت اور میانہ روی یعنی اعتدال کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔وسائل کو کیسے صرف کرنا ہے؟اس کے لیے تدریسی مواد اس طرح مرتب کیا جائے کہ یہ تمام مفاہیم بچوں کے اذہان میں منتقل ہوں تاکہ وہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کرسکیں۔اس مرحلے میں سب سے پہلے جس چیز کی تربیت ضروری ہے وہ ذہن کی مدیریت ہے، یعنی یہ سمجھا سکیں کہ ضرورت کونسی ہے اور خواہش کونسی ہے۔ کون سی چیز ہے کہ جس کے بغیر گزارا نہیں اور کونسی چیز ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ضرورت اور خواہش کی سمجھ دینا۔روٹی ،کپڑا اور مکان سے لے کر حمل و نقل کی ضرویات، باہمی بھائی چارہ، باہمی احترام،اعتماد کی فضا،ظاہر کی آرائش ، سیکورٹی کی فراہمی یہ بنیادی ضروریات کے سائے میں دوسرے مرحلے کی ضروریات ہیں۔اس کے ساتھ تربیت اقتصادی اسلامی میں اشیأاور وسائل کو صرف کرنے میں حدود و قیود اور شرائط بیان کی جاتی ہیں۔وسائل کو خرچ کرتے ہوئے جس چیز کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے وہ پاک اور حلال ہونا ہے۔انسان جب وسائل کو خرچ کرے تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔اسراف اور فضول خرچی جیسی ناسور عادات کیساتھ ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مال کو استعمال نہ کرے۔[2] اس مال کو خدا کی امانت سمجھے اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ کل ایک دن آئے گا جس میں نعمتوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔ پس اس دن کی آمادگی ضروری ہے

---

[1] موسیٰ زادہ، زهره، صنعتی فاطمہ ، تبیین مؤلفه های تربیت اقتصادی بر اساس آموزه های اسلامی،۱۳۹۶ش

[2] موسوی نسب، سید محمد رضا،تربیت اقتصادی در حوزه مصرف (اهداف، اصول و راهبردها)، مجلّه : معرفت" مهر ۱۳۹۹- شماره ۲۷۴

کیونکہ اصل کامیاب وہی ہوگا جو اس دن سرخرو ہوگا۔ جو مال حاصل ہوا ہے اس میں بچت کرکے اس سے سرمایہ کاری کرنا، اسے مختلف فلاحی کاموں میں صرف کرنا۔ تربیت اقتصادی اسلامی ان تمام جہات میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جو بھی چیز ہاتھ میں آئے اسے استعمال کرنے سے پہلے حلال و حرام کی شناخت بہت ضروری ہے۔ اسی لیے معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ حلال و حرام میں سمجھ بوجھ حاصل کرو ورنہ تم بد تہذیب ہو۔[1]

تربیت اقتصادی کی اہم مہارتیں

اسلامی نقطہ نظر سے ایجادات، اختراعات اور انسانی صنعتیں ایک قسم کی الٰہی تعلیم اور الہام ہیں اور عقیدہ توحید کے رکھنے والوں کو انہیں ذاتی کمال نہیں سمجھنا چاہیے۔ مال و دولت، طاقت اور قدرت خدا کی عطا کردہ نعمتیں اور امانت ہیں۔ قرآن فرماتا ہے" اور ہم نے تمہارے لیے انہیں (داودؑ) زرہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تمہاری لڑائی میں وہ تمہارا بچاؤ کرے تو کیا تم شکر گزار ہو ؟[2] اور ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا[3]۔ ہم نے وحی کے ذریعے موسیٰ اور ہارون کو ہاؤسنگ انڈسٹری سکھائی۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات مہیا کرو۔[4] حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بنائیں۔[5] قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ زمین میں خدا کا فضل تلاش کرو۔ "اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔"[6] الٰہی احکامات میں انسان کو کھیتی باڑی، زمینوں کی آبادکاری اور مویشی پالنے کے

---

[1] برقی، احمد بن محمد بن خالد، المحاسن، ج۱، ص۲۲۷، دار الکتب الاسلامیۃ، قم، چاپ دوم، ۱۳۷۱ق.
[2] سورہ انبیا آیہ ۸۰، شیخ محسن نجفی
[3] سورہ سبا، آیہ ۱۰ ایضاً
[4] سورہ یونس، آیہ ۸۷۔ ایضاً
[5] سورہ ہود، آیہ ۳۷، ایضاً
[6] سورہ اسرا، آیہ ۱۲، ایضاً

بارے میں ہدایات موجود ہیں۔اور ثمود کی طرف ان کی برادری کے فرد صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا للذا تم اسی سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور توبہ کرو، بے شک میرا رب بہت قریب ہے، (دعاؤں کا) قبول کرنے والا ہے۔[۱] اسی طرح قرآن کریم نے پیداوار سے متعلق بہت سے قدرتی وسائل کا تذکرہ کیا ہے۔دریا، پہاڑ، زمیں و آسمان، خشکی و تری خداوند متعال نے ان تمام نعمات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے۔انسان جب ان تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے پیداوار حاصل کرتا ہے تو یہ تمام خدا کی فضل و عنایت کا نتیجہ ہے۔برکت دینے والا اور روزی عطا کرنے والا وہی کریم ہے۔کیا تم نے (کبھی) سوچا کہ جو کچھ تم بوتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا اسے اگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں پھر تم حیرت زدہ، بڑبڑاتے رہ جاؤ۔کیا تم نے سوچا ہے کہ جو پانی تم پیتے ہو، اسے بادلوں سے تم برساتے ہو یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھارا بنا دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟[۲] کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا؟ پھر ہم نے اس سے پر رونق باغات اگائے، ان درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا، تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ تو منحرف قوم ہیں۔[۳]

الٰہی اہداف کے حصول کے تمام اقتصادی مہارتیں عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔انسان کو اپنی آمدن بڑھانے کے لیے جن مہارتوں کی ضرورت ہے۔اس میں پیداواری کسب و کار، تجارت، ملازمت (مختلف پیشے)، خرچ اخراجات، بچت اور اپنی دینی و مذہبی سرگرمیوں کے لیے خیراتی کام۔یہ مہارتیں پیداوار، تجارت اور خدمات کے تین شعبوں میں ظاہر ہوتی ہیں، اور ہر شعبے میں کام اور

---

[۱] سورہ ہود آیہ ۶۱
[۲] سورہ واقعہ آیہ ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۴، ۶۴، ۶۳
[۳] سورہ نمل آیہ ۶۰

اقتصادی کوشش ضروری ہے۔رزقِ حلال کی خاطر کام کرنے کی بہت زیادہ تاکید آیات وروایات میں موجود ہے۔

تربیت اقتصادی میں کام کی اہمیت

جب ہم قدرتی وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے اقتصاد کی چکی کو چلانا چاہتے ہیں تو اس کا بنیادی پاٹ کام کو اہمیت دینا ہے۔ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ تن پروری ہے۔محنت سے جی چرانے والی قومیں کبھی ترقی کی منازل کو طے نہیں کرتیں۔بدقسمتی سے اسلام کے دشمنوں نے اور اپنے غافل دوستوں نے مال و دولت کا درست تصور مسلمانوں کو نہیں دیا۔توکل کا غلط مفہوم بیان کیا گیا۔خدا کی رزاقیت کی غلط تشریح کی گئ۔معاشرے میں کمی ازم کو فروغ دے کر،ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھا جانے لگا۔دین اسلام میں قرآنی تعلیمات اور اہلِ بیتؑ کی سیرت میں کسب حلال کو عبادت کہا گیا ہے۔مما رزقنهم ينفقون سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن کا مطلوب وہ مسلمان معاشرہ ہے کہ جو دوسروں کے لیے انفاق کرنے والا ہو،دوسروں کی دستگیری کرنے والا ہو،ایسا معاشرہ جو خمس و زکوۃ،ہدیہ،ہبہ اور وقف جسے مفاہیم سے آشنا ہو۔مکتب اسلام نے جو تربیت اقتصادی کے نمونے سیرت میں بیان کئے ہیں اس میں الكاسب حبيب الله کہا گیا ہے۔ خداوند متعال نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔انسان ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے آپ کو اور معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔کائنات میں بہت قدرتی نعمتیں موجود ہیں۔روز روشن خلق کرنے کا مقصد انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے۔انسان اس کی روشنی میں رزق و روزی کی تلاش کرے۔وہی رزق جسے فضل و خیر کہا گیا ہے۔"اور دن کو ہم نے معاش (کا ذریعہ) بنایا۔"[1] اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے پھر ہم نے رات کی نشانی کو ماند کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو

---

[1] سورہ نبا،آیہ ۱۱، شیخ محسن نجفی

اور سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔[1] کام کرنے کی جہاں اسلام میں بہت اہمیت بیان کی گئی ہے اسی طرح بے کار انسان کی شدید مذمت بھی کی گئی ہے۔آج کے معاشرے میں کام کرنا غربت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔جب کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین ہستیاں،انبیاً کرام مختلف پیشے اختیار کئے ہوئے تھے۔انبیاً بھی : کاشتکار، چرواہے، درزی، معلم ،بڑھئی اور لوہار تھے۔[2] کسی نے کشتی بنائی جس نے اس کرہ خاکی پر آنے والے سب سے بڑے طوفان کا مقابلہ کیا۔کسی نے لوہے سے زرہیں بنائیں تو کسی نے یاجوج و ماجوج کے ستم و تخریب کاریوں سے بچنے کے لیے دیوار بنائی۔ کسی نے زمین پر سب سے پہلے خانہ خدا کو تعمیر کرکے معماری کی بنیاد رکھی تو کسی نے حضرت شعیبؑ کی بکریاں چرائیں۔وہ کائنات کے سب سے بڑے مصلح اور عظیم شخصیات تھیں۔انہیں انبیاًمیں سے وہ نبی بھی گزرے جنہوں نے مصر جیسے بڑے خطے کو اقتصادی بحران سے نکالا۔ایسا اقتصادی پروجیکٹ دیا کہ سات سالہ قحط کو نہایت ہی اچھے انداز میں کنٹرول کیا۔[3] معاشرے میں امیر اور غریب کا جو فاصلہ بن چکا تھا اسے ختم کر دیا اور سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔آج کی نسل اگر کام کو عیب سمجھے گی تو کبھی بھی ستاروں پہ کمند نہیں ڈال سکے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلم وتربیت اقتصادی میں وہ تمام مطالب بیان کیے جائیں کہ جو جوانوں کو اس انداز میں تربیت کریں کہ وہ کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔اسلامی تعلیمات میں سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ قوموں کا ستقلال اسی سے وابستہ ہے کہ اپنی نسل کی ایسی تربیت کریں کہ جو کام، کام اور بس کام کے نعرے کو عملی کر سکیں۔تھنک ٹینکس محکم فکری کام فراہم کریں۔کارکنان اس کو عملی کرنے کی تگ و دو کریں۔ مولا علیؑ کے فرمان کے مطابق جس کے پاس پانی اور مٹی ہو اور وہ پھر بھی فقیر ہو وہ رحمتِ خدا سے دور ہے۔[4] اسلامی معارف جو

[1] سورہ اسراً،آیہ ۱۲، شیخ محسن نجفی
[2] قرایتی، محسن، سیمای اقتصاد در قرآن و روایات، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، ۱۳۹۸، تہران ،ص ۷۰ و ۷۱
[3] ایروانی، جواد، اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن و حدیث، شمارہ ۱۴، ۱۳۸۳ش، صفحہ ۱۰۴
[4] حمیری، عبداللہ ابن جعفر، قرب الاسناد، موسسہ آل البیت لاحیاًالتراث، ۱۴۱۳ق، ص ۱۱۵

کام کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔الٰہی نمایندوں نے جہاں لوگوں کی دنیا کو آباد کیا وہیں لوگوں کی آخرت کو بھی سنوارا۔دین اسلام میں کام کرنا عیب نہیں بلکہ قابلِ قدر ہے۔حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کسی نے کہا۔آپ کیوں خود کام کررہے ہیں؟کام کرنے والے کہاں ہیں؟آپؑ نے فرمایاجو مجھ سے بہتر تھے وہ بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی زمینوں میں کام کرتے تھے۔پوچھنے والے نے پوچھاوہ کون تھے؟فرمایارسول خداﷺ اور امیر المؤمنین علیؑاور میرے سارے آباؤاجداد اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے۔یہ کام تمام انبیأاور پیامبران الٰہی اوران کے اوصیاأنجام دیا کرتے تھے۔[1]مال کو حلال ذریعے سے کمانے کے بارے امام زین العابدینؑ رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں"مال کا حق یہ ہے کہ اسے صرف حلال طریقے سے کمایا جائے۔[2]کام کرنے، محنت و کوشش کرنے کی اہمیت ہم اس حدیث سے بھی جان سکتے ہیں کہ "بیکار شخص کی دعا قبول نہیں ہو گی۔رسول خداﷺ نے فرمایا میرے امت میں سے ایک گروہ جس کی دعا قبول نہیں ہو گی،ایسا شخص جو گھر میں بیٹھا رہےاور دعا کرتا رہے،کہے پروردگارا! مجھے روزی دے لیکن وہ روزی کی تلاش میں نہ نکلے۔اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کمانے والے کو جہاد سے زیادہ اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔رزق حلال کمانے کے لیے کاشتکاری،گلہ بانی،محنت مزدوری، تجارت، معماری اس کے ساتھ ساتھ زمانہ جدید میں انسانی خدمات کے مختلف پیشے اختیار کرنا تاکہ باوقار اور عزت مندانہ زندگی گزاری جاسکے۔اسلام کی نگاہ میں یہ قابلِ قدر ہے۔دین اسلام میں جہاں رزق حلال کمانے کی تلقین ہے وہیں اس رستے میں قدم اٹھانے کے لیے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے یہ بھی بیان ہوا ہے۔تجارت کے احکام سے آشنائی کو ضروری قرار دیا گیاہے۔خریداروں سے مساویانہ رویے کی تاکید کی گئی ہے۔کم تولنااور گران فروشی سے منع کیا گیاہے۔حضرت شعیبؑ کی پوری قوم کو جس بری عادت کی وجہ سے عذاب میں بتلا کیا گیاوہ ناپ

---

[1] الکلینی، محمد بن یعقوب، کافی جلد ۵، کتاب المعیشۃ، ص۸۶، بَابُ مَایَجِبُ مِنَ الِاقْتِدَاءِ بِالْأَئِمَّۃِ فِی التَّعَرُّضِ لِلرِّزْقِ

[2] ابن شعبہ حرّانی، حسن ابن علی، تحف العقول، ۱۳۷۶ش، قم، ج ۲، ص ۲۶۷

تول میں کمی کرنا تھی۔ ناپ تول میں کمی صرف تجارت کے معاملے میں نہیں ہے بلکہ ہر شعبے میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کمی بیشی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اگر کوئی استاد ہے یا مزدور، لکھاری ہے یا دکاندار، انجینیئر ہے یا ڈاکٹر۔ اگر وہ اپنے کام میں کمی کوتاہی کرتا ہے تو اس کا شمار بھی ناپ تول میں کمی کرنے والوں میں سے ہوگا۔[1]

[1] رازی، صاعد، محمد حسین، عباس، غلام، اہداف اجتماعی تربیت اقتصادی در قرآن، قرآن و علم، ۱۴۰۱ش، شمارہ ۳۱

نتیجہ گیری:

جو کچھ بیان کیا گیا اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام نے ہر میدان اور ہر جہت میں انسان کی راہنمائی کی ہے۔انبیائؑ کرام کا ہدف انسان کی ایسی تربیت قرار پایا کہ جو انسان کو دنیا و آخرت کی سعادت عطا کرے۔ تعلیم و تربیت کا ہدف انسان کو کمال تک پہنچانا ہے۔ فطرتاً انسان کمال اور قدرت کا طالب ہے۔ اگر یہ قدرت طلبی حدود و قیود کے بغیر ہو تو انسان بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔انسانی زندگی میں اقتصاد کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات و نباتات کے لیے پانی اور گاڑی کے لیے ایندھن کی ہے۔ انسان چاہتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ اپنی ضروریات کو پورا کرے۔اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔انسان خود مختار مخلوق ہے لیکن یہ خود مختاری، امانت ہے اُس مختارِ کل کی جو اس کا مالک و خالق ہے۔ تعلیم و تربیت میں ایک اہم پہلو تربیت اقتصادی ہے۔تربیت اقتصادی کہاں سے شروع ہو؟ جو معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکے اور قوم کو استقلال اور اپنے فیصلے کرنے میں آزادی عطا کرے۔ظاہر ہے یہ عمل ابتدائی عمر سے ہی شروع ہونا چاہیے۔ بچوں کو اس طرح تعلیم دی جائے کہ اقتصادی مفاہیم کو وہ سمجھ سکیں اور حل کر سکیں تاکہ جب وہ معاشرے میں اتریں تو بوجھ بننے کی بجائے ایک فعال کردار ادا کریں۔ایسی زندگی بسر کریں کہ جس میں رزق حلال ہو۔جو بددیانتی، رشوت، ناپ تول میں کمی، کرپشن، حرام خوری، سود، ملاوٹ اور دوسروں کا حق غصب کرنے سمیت تمام بری عادات سے محفوظ رکھے۔جو انسان کو قارونی اقتصادی نظام سے نکال کر انبیائؑ کے عدل و انصاف والے معاشرے کی طرف راہنمائی کرے۔ایک ایسا معاشرہ جس میں مال و دولت کا حصول الٰہی احکامات کے سائے میں ہو۔امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، انفاق، خیانت سے پرہیز، ایثار، صدقہ، ہبہ، خمس و زکوٰۃ، احسان، کفارہ، اسیروں کی رہائی اور محروموں کی دستگیری ہو۔ایسی تعلیم وتربیت ہو جو نسلوں

کو تن پروری سے نکال کر محنت کش بنائے۔قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم سے لے کر پیداوارتک اور پیداوار کے فروغ سے لے کر وسائل کی کھپت تک۔اگر یہ تمام مراحل میں درست تربیت نہ ہو تو معاشرے میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے امیر اور غریب کے درمیان فاصلے بڑھتے ہیں اور طبقاتی نظام وجود میں آتا ہے۔ضروری ہے کہ اس انداز میں تعلیمی مواد فراہم کیا جائے کہ جو آنے والی نسلوں کو دنیا میں " مما رزقنهم ينفقون"کا مصداق قرار دےاورآخرت میں " اعلیٰ علیین " کی منزل پر فائز کرسکے۔

حوالہ جات

۱۔ محسن علی نجفی، **بلاغ القرآن**، دارالقرآن الکریم، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد، ۲۰۱۳

۲۔ محمد ابن الحسین، سید رضی، شریف، **نہج البلاغہ**، ترجمہ : ذیشان حیدر جوادی۔ مکتوب ۷۴، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، مارچ ۱۹۹۹

۳۔ جواد، ایروانی، **اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن وحدیث**، مجلّہ تخصصی الٰھیات و حقوق، شمارہ ۱۳، ۱۳۸۳ش

۴۔ محسن، قرایتی، **سیمای اقتصاد در قرآن وروایات**، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، تہران، ۱۳۹۸، ص ۳۸

۵۔ مرتضٰی، مطہری، **نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی**، ج ۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۷

۶۔ احمد، صافی، **آموزش وپرورش ابتدایی**، رہنمایی تحصیلی ومتوسطہ، ناشر سمت، چاپ نہم، تہران، ۱۳۹۳

۷۔ امان الہ ناصری، کریموند، **نقش معاد باوری در طہارت اقتصادی**، پژوھش ھای نہج البلاغہ، شمارہ ۵۹، زمستان ۱۳۹۷

۸۔ مرتضٰی، مطہری، **جہان بینی توحیدی**، ج ۱، ص ۹۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۸۷

۹۔ مہدی، طغیانی، وعادل، پیغامی، **تعلیم وتربیت اقتصادی**، ج ۱، ص ۲۶، انتشارات دانشگاہ امام صادقؑ، تہران، ۱۳۹۵

۱۰۔ مرتضٰی، مطہری، **بیست گفتار**، ص ۵۴، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۹۰

۱۱۔ محمد محمدی، ری شہری، مترجم : حمید رضا شیخی، **میزان الحکمۃ**، ج ۳، ص ۹۹۴، ح ۵۳۵۷، دارالحدیث، قم، ۱۳۹۳

۱۲۔ محمد حسین، الٰھی زادہ، **درسنامہ تربیت اقتصادی**، ص ۲۸، تدبر در قرآن، مشھد مقدس، ۱۳۹۷

۱۳۔ مرتضٰی، مطہری، **تعلیم وتربیت در اسلام**، قم، انتشارات صدرا، ۱۳۶۷

۱۴۔ محمد تقی، مصباح یزدی، **فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی**، انتشارات مؤسسہ فرھنگی مدرسہ برہان (انتشاراتِ مدرس)، تہران، ۱۳۹۰ش

۱۵۔ راغب، اصفہانی، **مفردات القرآن**، ترجمہ : مولانا عبدہ فیروز پوری، ج ۲، ناشر : شیخ شمس الحق اردو بازار، لاہور، ۱۳۹۰ھج

۱۶۔ محمد بن مکرم، ابن منظور، **لسان العرب**، دارالفکر والطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۱۴ھج

۱۷۔ جعفر عباس، حاجی، **مکتب اقتصادی اسلام**، مترجم : رجایی رامشہ وسید محمد کاظم، انتشارات مؤسسہ آموزشی و

پژوہشی امام خمینیؒ، قم، ۱۳۹۰

۱۸۔ جمعی از نویسندگان، **درآمدی بر نظام نامہ تربیتی المصطفیٰ** (ص)، ناشر: مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ، ص ۴۸۸، ۱۳۹۷ش

۱۹۔ فاطمہ مراد، کہنکی، کریموند، مطوری علی، امان الہ ناصری، **نقش معاد باوری در طہارت اقتصادی پژوھش ھای نہج البلاغہ**، شمارہ ۵۹، زمستان ۱۳۹۷

۲۰۔ مرتضٰی، مطہری، **مسئلہ شناخت**، قم، انتشاراتِ صدرا، ۱۳۶۸ش

۲۱۔ محمد بن محمد، شعیری، **جامع الاخبار**، جلد ۱، مطبعۃ الحیدریہ، نجف، بی تا (بدون تاریخ)، ص ۴۸

۲۲۔ ابوالفتح، آمدی، **غرر الحکم**، جلد ۱، دار الکتاب اسلامی، ۱۴۱۰ق، قم، ح ۸۰۸۷

۲۳۔ عباس، پسندیدہ، **رضایت از زندگی**، دار الحدیث. قم، ۱۳۹۲ش، جلد: ۱ صفحہ: ۱۵۹

۲۴۔ آمدی، ابوالفتح، **غرر الحکم**، جلد ۱، دار الکتاب اسلامی، ۱۴۱۰ق، قم، ۳۴۴

۲۵۔ محمد بن حسن، شیخ طوسی، **الامالی**، جلد ۱، دار الثقافہ، ۱۴۱۴ق، ص ۶۶۲، ح ۲۹۸۰۵۵

۲۶۔ محسن، قرائتی، **تفسیر نور**، موسسہ فرہنگی درسہایی از قرآن، ۱۳۹۷ش، تہران، ج ۱۰، ص: ۲۷

۲۷۔ مرضیہ، محصص، **مبانی و مصادیق تعلیم و تربیت اقتصادی فرزندان در خانوادہ اسلامی**، شمارہ ۴، ۱۳۹۳

۲۸۔ شیخ عباس، قمی، مفاتیح الجنان، جلد ۱، ۱۳۴۴ق،

https://erfan.ir/mafatih۸۳۰/%D۸٪AF%D۸٪B۹٪D۸٪A۷٪DB٪۸C-

۲۹۔ عبد الحسین، خسرو پناہ، **منظومہ فکری امام خمینیؒ**، پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی. سازمان انتشارات۔ تہران ،۱۳۹۵ش، ص ۶۳۸

۳۰۔ زہرہ، موسی زادہ، فاطمہ، صنعتی، **تبیین مؤلفہ ھای تربیت اقتصادی بر اساس آموزہ ھای اسلامی**، ۱۳۹۶ش

۳۱۔ ناصر مکارم، شیرازی، **تفسیر نمونہ**، دار لکتب اسلامیہ، تہران، ۱۳۸۷ش، ج ۱۶، ص: ۱۷۲

۳۲۔ علامہ محمد، اقبالؒ، بالِ جبریل، **کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس**، : لاہور، پاکستان، ۱۹۳۵م: ص ۲۷

۳۳۔ محمد حسین، طباطبایی، ترجمہ: **تفسیر المیزان**، دفتر انتشارات اسلامی قم، ۱۳۸۴ش، ج ۱۶، ص: ۱۱۹

۳۴۔ سید محمد رضا، موسوی نسب، **تربیت اقتصادی در حوزہ مصرف** (اہداف، اصول و راہبردھا)، مجلّہ: معرفت" مہر ۱۳۹۹۔ شمارہ ۲۷۴

۳۵ ۔ احمد بن محمد بن خالد، برقی، **المحاسن**، ج ۱، ص ۲۲۷، دار الکتب الاسلامیۃ، قم، چاپ دوم، ۱۳۷۱ق.

۳۶۔ عبداللہ ابن جعفر، حمیری، **قرب الاسناد**، موسسہ آل البیت لاحیأالتراث، ۱۴۱۳ق، ص ۱۱۵

۳۷۔ محمد بن یعقوب، کلینی، **کافی**، جلد ۵، کتاب المعیشۃ، ص ۸۶، بَابُ مَا یَجِبُ مِنَ الِاقْتِدَاءِ بِالْأَئِمَّۃِ ع فِی التَّعَرُّضِ لِلرِّزْق

۳۸۔ حسن ابن علی, ابن شعبہ حرّانی،، **تحف العقول**، ۱۳۷۶ش، قم، ج ۲، ص ۲۶۷

۳۹۔ صاعد، رازی، محمد حسین، غلام، عباس، **اہداف اجتماعی تربیت اقتصادی در قرآن، قرآن و علم**، ۱۴۰۱ش، شمارہ ۳۱